تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

حیات محمدی کی جامعیت

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کو جامع کمالات بنایا، رسالت کے مختلف پہلو، قیادت کے نوع بہ نوع خصائص اور بلند انسانی اخلاق آپ ﷺ کی ذات میں جمع تھے، آپ ﷺ کی شریعت ہمہ گیر تھی، اور آپ ﷺ سیاسی اور فوجی قیادت کی بھی اعلیٰ صلاحیت کے حامل تھے، وسیع پیمانہ پر ایک علمی وفکری بیداری آپ ﷺ نے پیدا کی، انفرادی اور اجتماعی دونوں اعتبار سے نہایت مضبوط بنیادوں پر آپ ﷺ نے اسلامی زندگی کی تعمیر فرمائی، آپ ﷺ کی ذات سے انسانی تاریخ کے ایک نہایت زریں وروشن باب کا آغاز ہوا، ایسا باب جیسا اس سے قبل دیکھنے میں نہ آیا تھا، جہاں دین بھی تھا اور دنیا بھی تھی، اخلاق بھی تھے اور سیاست بھی تھی، دعوت بھی تھی اور عمل بھی تھا، جہاں انسانیت کی خدمت بھی تھی اور حق کا دفاع بھی، مسلح جہاد اور نبرد آزمائی کے طریقے بھی تھے اور صلح کی زندگی بھی۔

تاریخ انسانی نے اس ذات والا صفات سے جس دور کا آغاز کیا وہ اس اعتبار سے تاریخ کا بڑا عظیم الشان دور تھا کہ یہ انسان کی دینی وفکری قائدانہ زندگی پر محیط تھا اور آپ ﷺ کی پاکیزہ شریعت حیات انسانی کے مختلف گوشوں پر سایہ فگن تھی، اس شریعت میں تمام انسانی طبقات، گروہوں اور عناصر کو ایک لڑی میں پرو دیا اور ان سب کو ایک جادہ کا مسافر بنا دیا، وہ جادۂ فضیلت، حق اور خیر تھا۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

سالانہ زر تعاون -/250

۲۵ر جنوری ۲۰۱۳ء

فی شمارہ =/12₹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرہ روزہ
تعمیرِ حیات
لکھنؤ

جلد نمبر ۵۰ | ۲۵ جنوری ۲۰۱۳ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ | شمارہ نمبر ۶

اس شمارے میں

شعروادب		
محمد حق سے رشتہ آدمی کا جوڑنے والا	حفیظ جالندھری	۲
اداریہ		
عمل پیہم اور جہد مسلسل کی ضرورت	شمس الحق ندوی	۳
شہنشاہ کونین		
غار حرا سے طلوع ہونے والا آفتاب	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۵
یادوں کے چراغ		
علامہ محمد بن عبداللہ السبیل رحمہ اللہ	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۰
حیات طیبہ		
سیدنا محمد ﷺ کے عائلی ودعوتی حالات	مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی	۱۲
انسان کامل		
محمد ﷺ نوع انسانی کے لیے کامل نمونہ	مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی	۱۴
ظہور قدسی		
آستانۂ حسن وجمال پر فقیرانہ صدا	آغا شورش کاشمیریؒ	۱۸
ذکر رسول		
ماہ ربیع الاول اور اس کے تقاضے	مولانا عبدالقادر پٹنی ندوی	۲۰
متاع عزیز		
وقت زندگی ہے!	عبدالغفار عزیز	۲۲
فقہ و فتاویٰ		
سوال وجواب	مفتی محمد ظفر عالم ندوی	۲۳
نبی رحمت		
رحمت دوعالم ﷺ کی شفقت ومحبت	ادارہ	۲۵
ایک جائزہ		
تہذیب جدید اور اس کے اثرات	محمد وثیق ندوی	۲۷
خبرونظر		
عالم اسلام	جاوید اختر ندوی	۳۱

زیر سرپرستی
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی
(نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی
مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی
(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول
شمس الحق ندوی

نائب مدیر
محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت
● مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی ● مولانا خالد ندوی غازی پوری
● نعیم الرحمن صدیقی ندوی

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ
Tameer-e-Hayat
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007
E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph: (0522) 2740406
مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

سالانہ زرتعاون -/250	فی شمارہ -/12	ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لیے 150$ ڈالر

ڈرافٹ مدیر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں۔ بینک سے کمیشن جانے والی رقم صرف All CBS Payable Multicity Cheques روانہ فرمائیں، بصورت دیگر ₹30/= زائد روانہ کریں۔

آپ کے خریداری نمبر کے آگے اگر کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلدی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو پتے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (مدیر تعمیر حیات)

یونانی ادویات میں قابلِ بھروسہ نام صدر دواخانہ اور صدر لیباریٹریز کی تیار کردہ
عمدہ خالص یونانی ادویات نہایت کفایتی ریٹوں پر نہ صرف ہندوستان بھر میں دستیاب
بلکہ ہندوستان سے باہر کے ممالک میں بھی اپنا خاص مقام بنائے ہوئے ہے۔

G.M.P. CERTIFIED UNANI COMPANIES
SADAR DAWAKHANA / SADAR LABORATORIES
855, FARASH KHANA, DELHI-110006

شعروادب

محمدؐ حق سے رشتہ آدمی کا جوڑنے والا

حفیظؔ جالندھری

زباں پرائے خوشا صل علیٰ یہ کس کا نام آیا • کہ میرے نام جبریل امیں لے کر سلام آیا

محمدؐ جان عالم ، فخر آدم ، ہادی اکرم • امام الانبیاء ، خیر البشر ، پیغمبر اعظم

محمدؐ صاحب خلق عظیم و ناشر حکمت • محمدؐ مصدر فیض عمیم و شافع امت

بصورت نور سبحانی بمعنی ظلِ رحمانی • پیام زندگانی ، مظہر تائید ربانی

محمدؐ مصطفےٰ بھی ہے وہ احمد مجتبیٰ بھی ہے • وہ مطلوب خلائق بھی وہ محبوب خدا بھی ہے

وہ جس کو فاتح ابواب اسرار قدم لکھئے • بنائے عرش و کرسی باعث لوح وقلم لکھئے

وہی حاکم بامر اللہ ، درد آگاہ محکوماں • درحق سے جواب باصواب آہ مظلوماں

وہ حاصل ، برگزیدہ ہستیوں کی التجاؤں کا • فرشتوں کی تمناؤں، رسولوں کی دعاؤں کا

محمدؐ دیدہ و دل کی تجلی ، بہر مجبوراں • محمدؐ آخری حرف تسلی بہر مزدوراں

محمدؐ بے کسی کے درد کو پہچاننے والا • سرشکِ گرم و آہ سرد کو پہچاننے والا

محمدؐ زور معبودانِ باطل توڑنے والا
محمدؐ حق سے رشتہ آدمی کا جوڑنے والا

☆☆☆☆☆

اداریہ

عمل پیہم اور جہد مسلسل کی ضرورت

شمس الحق ندوی

اس وقت پورا عالم انسانیت مشرق سے لے کر مغرب تک ،شمال سے لے کر جنوب تک فساد وبگاڑ کے جس دور سے گذر رہا ہے، وہ نہایت بھیانک وخوفناک ہے، کہنے کو تو انسان نے بڑی ترقی کی ہے اور نت نئی ترقیاں ہوتی جارہی ہیں،لیکن ان ترقیوں نے جہاں انسانوں کو سہولتیں اور آسانیاں دی ہیں، وہیں ان کی ایجاد نے انسانی اقدار، اخلاق وکردار، پیار ومحبت، باہمی میل ملاپ اور احترام انسانیت کو خاک میں ملادیا ہے، بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ اب تو انسانی جانوں کے بھی لالے پڑ گئے ہیں، لوٹ مار اور قتل وخوں ریزی کے واقعات روزمرہ کے معمولات بن گئے، طبقاتی کشمکش اور رنگ ونسل کی بنیادوں پر جو خون خرابہ ہو رہا ہے، اس کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں لگایا جاسکتا، اس وقت بالکل وہ صورت حال ہے جس کی تصویر کشی قرآن کریم کے یہ الفاظ ہی کرسکتے ہیں: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ (خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے)، اس فساد وبگاڑ اور گھٹاٹوپ اندھیرے کا ذکر قرآن کریم میں دوسری جگہ اس طرح کیا گیا ہے: ﴿ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ﴾ (غرض اندھیرے ہی اندھیرے ہوں، ایک پر ایک (چھایا ہوا) جب اپنا ہاتھ نکالے تو کچھ نہ دیکھ سکے اور جس کو خدا کی روشنی نہ دے، اس کو (کہیں بھی) روشنی نہیں (مل سکتی)۔

جب جدید ترقیات نہیں تھیں تو جرائم رات کے اندھیرے میں ہوا کرتے تھے اور کم، لیکن اب جب انسان نے بہت ترقی حاصل کرلی ہے تو دن کے اُجالے اور بجلی کی روشنی میں اندھیر مچا ہوا ہے۔

اس کا اصل سبب اور وجہ یہ ہے کہ انسان نے ترقی کرکے سامان راحت وآسائش اور بجلی کی روشنی کے ساتھ انسانیت سوز اور اخلاق سوز رجحانات وفلسفے بھی تمدن وتہذیب کی آڑ میں پیدا کرلیے ہیں جو مادی وسائل کے سہارے پھیل رہے ہیں، اور ان میں ایسی وسعت وقوت پیدا ہورہی ہے کہ ان کی مخالفت کرنا خطرات کو دعوت دینے کے مرادف ہے، اور صالح فکر اور رجحان رکھنے والے افراد یہ سوچنے لگتے ہیں کہ ہمارے پاس وہ وسائل وذرائع نہیں ہیں، اس صورت حال کا مقابلہ کیوں کر کرسکتے ہیں۔

یہ حالات ان لوگوں کی ہمتوں کو بھی پست کر رہے ہیں جو انبیاء کرامؑ کے امام خاتم الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے حامل وداعی ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا بگاڑ کے جس درجہ کو پہونچ گئی ہے، وہ اب ایسے لوگوں کو وجود کو بھی گوارہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہے، بلکہ الٹے انہی کو مجرم گردان رہی ہے، اور اس کا بھرپور پروپیگنڈہ بھی کررہی ہے، اور ان کی ہمتوں کو مزید پست کرنے کے اسباب وذرائع استعمال کیے جارہے ہیں۔

لیکن محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو جو امت مسلمہ کے نام سے موسوم ہیں، کسی حال میں بھی مایوس نہ ہونا چاہیے، اس لیے کہ ان کو نازک سے نازک حالات میں بھی مایوسی سے روکا گیا ہے اور صاف صاف کہا گیا ہے کہ: ﴿لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ﴾ (خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا)۔

لہٰذا امت مسلمہ کے ہر فرد کو اپنی لیاقت وصلاحیت، ذرائع اور وسائل کے بقدر موعظہ حسنہ اور انداز حکیمانہ کے ساتھ حالات کو سدھارنے کی کوشش میں پورے عزم وحوصلہ اور یقین واعتماد کے ساتھ کوشش کرتے رہنا چاہیے کہ خالق کائنات کوشش کرنے والوں کی کوشش ومحنت کو رائیگاں نہیں جانے دیتا، دیر سویر یہ کوششیں رات کی تاریکی کو دن کے اُجالے میں تبدیلی کرتی ہیں، مردہ دلوں میں زندگی کی لہر پیدا کرتی ہیں۔

وہ خود ارشاد فرماتا ہے: ﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾ (وہی جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے)۔

اہل ایمان کی کوششیں ضائع نہیں جاتیں، بارہا ایسا ہوا ہے کہ عمل پیہم اور جہد مسلسل نے مردہ قوموں میں زندگی پیدا کردی ہے۔

اسلامی تاریخ میں ابتلاء وآزمائش کا دور برابر آتا رہا ہے اور اہل ایمان برابر اس کا مقابلہ کرتے رہے ہیں، خطرناک سے خطرناک حالات میں ان کے ایمان و یقین میں ڈگمگاہٹ نہیں پیدا ہوئی۔

اس وقت بھی مسلمان پورے عالم میں سخت فتنوں اور آزمائشوں کے دور سے گذر رہے ہیں، ان آزمائشوں میں ایک بڑی آزمائش یہ ہے کہ اسلام دشمن طاقتوں نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ سادہ لوح اور دین سے پوری طرح واقفیت نہ رکھنے والے مسلمانوں کے ذہنوں میں مختلف انداز سے یہ بات ڈالنی شروع کردی ہے کہ مسلمان اگر حق پر ہیں اور ان کا خدا زبردست ہے تو وہ ساری دنیا میں ذلیل وخوار کیوں ہیں؟ دنیا کے متعدد علاقوں میں ان پر غربت وفلاکت کا سایہ کیوں ہے؟ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کہ یہ تو اس وقت بھی کہا گیا ہے جب قرآن کریم نازل ہورہا تھا، مخالفین اسلام بے تکلف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو انہی میں کے ایک فرد تھے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کا مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر یہ قرآن سچا ہے اور یہ رسول برحق ہیں تو ان دونوں کا ہنسی اڑانے کی پاداش میں ہم پر خدا کا عذاب کیوں نہیں آجاتا، ان باتوں سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر کیا گذرتی ہوگی اس کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو ڈھارس بندھاتا اور تسلی دیتا ہے: ﴿فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ﴾ [یٰسین، ۷۶] (تو ان کی باتیں تمہیں غمناک نہ کردیں یہ جو کچھ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، ہمیں سب معلوم ہے)۔

جب حقیقت یہ ہے تو پھر مایوسی کے بجائے اپنی سعی وکوشش کو ہر سطح اور انداز سے امت کا جو فرد جتنا کرسکتا ہو، وہ جہاں کہیں بھی ہو، اپنی صلاحیت کے مطابق کوشش کرتا رہے، حالات سے مایوس ہوکر بیٹھ نہ رہے، انشاء اللہ نتائج سامنے آئیں گے، اس لیے کہ انسان کے سامنے نتیجہ اس کی کوشش کے مطابق ہی آتا ہے چاہے اس میں کچھ دیر لگے۔

اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: ﴿وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ﴾ (اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے اور یہ کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی، پھر اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا)۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ آیات صرف مسلمانوں ہی کو ہمت کا پیغام نہیں دیتیں بلکہ پوری نوع انسانی کو اور ان سب لوگوں کو جو کوئی صحیح مقصد رکھتے ہیں اور کسی مفید دعوت کے علمبردار ہیں، کسی اچھی بات کے لیے جدوجہد کرنا چاہتے ہیں، کسی عظیم مقصد کے لیے وہ کھڑے ہوئے ہیں، ان سب کے لیے ان آیات میں حیات نو کا پیغام ہے اور خاص طور پر مسلمانوں کے لیے، ان کی تعلیم گاہوں کے لیے، اصلاحی مراکز کے لیے اس آیت میں پورا دستور العمل موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کے لیے اتنا ہی ہے جس کی کوشش کرے اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور خاص طریقہ ادائے قرآنی کے ساتھ فرمایا گیا ہے: ﴿وان سعیه سوف یری﴾، اور اس کی کوشش ایک مرتبہ نظر آکے رہے گی، یہ بھی قرآن کا اعجاز ہے کہ یہاں "سوف" کا لفظ استعمال ہوا ہے جو عام طور پر مستقبل بعید کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر جلدی تم کو نتائج نظر نہ آئیں تو مایوس نہ ہونا "سوف یری" وہ نظر آئے گا، جو کچھ ہم دنیا میں دیکھ رہے ہیں، سلطنتوں کا قیام، تہذیبوں کا عروج، علوم وفنون کی اشاعت، باکمال لوگوں کا پیدا ہونا، یہ سب انسانی سعی وجہد کے ظہور کے نتائج ہیں اور قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر۔

لہٰذا حالات سے مایوس ہوکر ہمت ہار بیٹھنے کے بجائے پورے عزم وحوصلہ کے ساتھ ہر بندۂ مومن کو اپنے دین وایمان، تہذیب وثقافت کی بقا اور اس کے تعارف اور دوسروں کو پیام محبت سنانے کی کوشش میں اپنی اپنی صلاحیت اور اپنے اپنے گردوپیش کے ماحول کے اعتبار سے پورے صبر وثبات کے ساتھ کام میں لگے رہنا چاہیے، نتیجہ ان شاء اللہ سامنے آکے رہے گا، جس کے لیے سب سے ضروری یہ ہے کہ ہم صرف نام کے نہیں، بلکہ حقیقت میں مسلمان ہوں، ہر حال میں ہمیں اسلام پر فخر وناز ہو، اسلام ہمارا اور ہم اسلام کے ہوں تو وسائل کی کمی اور خطرات کے ہجوم کے باوجود اللہ تعالیٰ ہمارا معین ومددگار رہوگا، اور ہمارا محافظ ونگہبان ہوگا، اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور اس کا وعدہ جھوٹ نہیں ہوسکتا، اس کا ارشاد ہے: ﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾۔ (اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا)۔

☆☆☆☆☆

شہنشاہ کونین

غار حرا سے طلوع ہونے والا آفتاب

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

میں "جبل نور" پر چڑھا اور اس کے غار پر، جو "غار حرا" کے نام سے مشہور ہے، جا کھڑا ہوا، یہاں پہنچ کر میں نے اپنے دل میں کہا یہی جگہ ہے جہاں خداوند کریم نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبری کا شرف عطا فرمایا اور پہلی مرتبہ وحی نازل فرمائی، پس (یہ کہنا حق ہے کہ) یہیں سے وہ آفتاب طلوع ہوا جس کی کرنوں نے دنیا پر نور برسایا اور اسے ایک نئی زندگی بخشی، یہ عالم ہر دن ایک نئی صبح کو خوش آمدید کہتا ہے؛ لیکن اکثر وبیشتر نہ اس صبح میں نیا پن ہوتا ہے نہ کوئی ندرت اور نہ ہر صبح صبح سعادت، ان صبحوں کی آمد سے انسان تو جاگ جاتے ہیں، مگر دلوں کی نیند کو ذرا فرق نہیں آتا اور روحوں کی بستی یوں ہی خواب غفلت میں پڑی رہتی ہے، کیا شمار ہے ایسے تاریک دنوں کا اور ایسی جھوٹی صبحوں کا، البتہ اس غار سے حقیقی معنی میں صبح نمودار ہوئی تھی، جس کے نور نے ہر چیز کو چمکایا اور اس کی آمد نے ہر شئے کو جگایا اور اسی صبح سے تاریخ کا رخ مڑا اور زمانہ کا رنگ بدلا۔

اس صبح سے پہلے انسانی زندگی کا فطری بہاؤ رکا ہوا تھا اور اس کے ہر دروازے پر بھاری بھاری قفل چڑھے ہوئے تھے اور وہ گویا چند مقفل دروازوں اور بند تالوں کا مجموعہ بنی ہوئی تھی، عقل پر قفل چڑھے ہوئے تھے جن کو کھولنے سے حکماء اور فلاسفہ عاجز تھے، ضمیر انسانی مقفل تھا جس کو آزادی دلانے میں واعظین اور مصلحین عاجز تھے، قلوب انسانی مقفل تھے جن کے قفل توڑنے میں قدرت کی نشانیاں اور زمانہ کے عبرت انگیز حوادث ناکام ہوچکے تھے، صلاحیتیں مقفل تھیں جن کو بروئے کار لانے سے تعلیم وتربیت کا نظم، ماحول اور سوسائٹی کے اثرات قاصر تھے، درسگاہوں کا وجود لاحاصل تھا جن کو کارآمد اور نتیجہ خیز بنانے میں اہل علم اور اہل درس بے بس تھے، عدالتیں کھلی ہونے کے باوجود مقفل تھیں جن سے انصاف حاصل کرنے کے لیے مظلوموں اور محکوموں کی فریادیں بے اثر تھیں، خاندانی مسائل الجھے ہوئے تھے جن کو سلجھانے سے مصلحین، مفکرین عاجز تھے، قیصر ہائے سلطنت مقفل تھے جن میں راہ پانے سے محنت کش کسان، پسے ہوئے مزدور اور مظلوم رعایا محروم تھی، دولت مندوں اور امیروں کے خزانے مقفل تھے جن کے قفل کھولنے سے ناداروں کی بھوک، ان کی عورتوں کی برہنگی اور ان کے دودھ پیتے بچوں کی گریہ وزاری عاجز تھی، بڑے بڑے مصلحین عزائم کے ساتھ میدان میں آئے، بڑے بڑے قانون ساز کمربستہ ہوئے؛ لیکن ان بے شمار قفلوں میں سے کوئی ایک قفل بھی کھولنے میں کامیاب نہ ہوئے، اس لیے کہ ان کے تالوں کی اصل کنجی ان کے ہاتھ میں نہ تھی، وہ کنجی گم ہوچکی تھی اور تالا بغیر اپنی کنجی کے کبھی کھل نہیں سکتا، انہوں نے اپنی بنائی ہوئی کنجیوں سے کام لینا چاہا؛ لیکن وہ ان تالوں کو نہ لگیں اور ایک تالا بھی کھول نہ سکیں اور بعض نے ان تالوں کو کھولنے کی بجائے توڑنے کی کوشش کی، مگر الٹے اس کوشش میں ان کے اوزار ٹوٹ گئے اور ہاتھ بھی زخمی ہوگئے۔

ایسے وقت میں متمدن دنیا سے الگ تھلگ ایک چھوٹے سے پہاڑ کے اوپر گمنام اور ظاہری اعتبار سے بے حیثیت مقام (غار حرا) میں دنیا کا وہ عقدہ لاینحل حل ہوا، جو نہ بڑی بڑی حکومتوں کی راجدھانی میں حل ہوسکا، نہ عظیم الشان درسگاہوں میں حل ہوسکا، یہاں پروردگار عالم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صورت میں عالم انسانیت پر ایک احسان عظیم کا دروازہ کھولا اور صدیوں کی گمشدہ کنجی پھر سے انسانیت کو مل گئی، یہ کنجی ہے ایمان اللہ پر، اس کے رسول اور یوم آخرت پر، اس کنجی سے آپ نے صدیوں کے ان بند قفلوں کو ایک ایک کرکے کھول ڈالا جس کے نتیجے میں حیات انسانی کے ہر ہر شعبے کے دروازے

> **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیغام اور اپنی دعوت کے ذریعے سے جس فرد کو تیار کرکے کارگہ حیات میں اتارا تھا، وہ اللہ پر سچا ایمان رکھنے والا، نیک خوئی پسند کرنے والا، اللہ کے خوف سے ڈرنے والا اور لرزنے والا، امانت کا پاس کرنے والا، دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والا، مادہ کو حقیر سمجھنے والا اور روحانیت سے مادیت پر غالب آنے والا تھا، وہ اس بات پر دل سے یقین رکھتا تھا کہ دنیا تو میرے لیے بنائی گئی ہے؛ لیکن میں آخرت کے لیے پیدا کیا گیا ہوں۔**

چوپٹ کھل گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کی اس کنجی کو عقل کے قفل پر رکھا تو اس کی ساری گرہیں کھل گئیں، اس کی سلوٹیں اور اس کے پیچ و خم دور ہوگئے، اسے نشاط فکر حاصل ہوگیا اور وہ اس قابل ہوگئی کہ انفس و آفاق میں پھیلی ہوئی خدا کی نشانیوں سے نفع اندوز ہوسکے، اس کائنات میں غور کرکے اس کے خالق کو پاسکے، کثرت کے پردوں کو چیر کر وحدت کا جلوہ دیکھ سکے اور شرک و بت پرستی اور اوہام وخرافات کی لغویت کو محسوس کرسکے، حالانکہ اس سے پیشتر یہ عقل ان باتوں میں دخل دینے کی مجاز نہ تھی اور صدیوں سے اپنے منصب سے معزول تھی، اس کنجی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے ضمیر کا قفل کھولا، سویا ضمیر جاگ اٹھا اور اس کے مردہ شعور واحساس میں حرکت اور زندگی پیدا ہوئی، ضمیر کی روک تھام سے آزاد ہوکر نفس انسانی جو صدیوں سے نفس امارہ بنا ہوا تھا، اب وہی نفس نفس لوامہ میں تبدیل ہوا اور نفس لوامہ دیکھتے ہی دیکھتے نفس مطمئنہ بن گیا، جس کے بعد اس میں کسی باطل کے گھسنے کی گنجائش نہ رہی اور گناہ اس کے لیے ناقابل برداشت ہوگیا، اس حد تک کہ گنہگار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جاکر از خود اپنے گناہ کا اقرار کرکے اپنے لیے سخت سزا کی درخواست کرتا ہے، ایک گنہگار عورت اپنے لیے سنگساری کی سزا کی درخواست کرتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم عذر شرعی کی وجہ سے سزا کو مؤخر فرماتے ہیں، وہ اپنے دیہات کو واپس چلی جاتی ہے نہ اس کی نگرانی کے لیے سی آئی ڈی متعین ہے نہ مجرمہ کو وقت پر دوبارہ حاضر کرنے کے لئے پولیس متعین ہے؛ لیکن وہ وقت پر مدینہ پہنچتی ہے اور خود کو سزا کے لیے بخوشی واصرار پیش کرتی ہے جو یقیناً قتل سے بھی زیادہ سخت ہے یعنی سنگساری۔

فتح ایران کے وقت ایک غریب فوجی کے ہاتھ کسریٰ کا تاج زریں آتا ہے، وہ اس کو کپڑوں میں چھپا کر خفیہ طور سے اپنے امیر کی خدمت میں پیش کرتا ہے تاکہ ادائے امانت تو ہو؛ لیکن امانتداری کی نمائش نہ ہو۔

انسانوں کے وہ دل جو اس طرح مقفل پڑے ہوئے تھے کہ ان میں عبرت پذیری تھی نہ خوف خدا تھا اور نہ رقت اور نرمی تھی، یہ کنجی جب ان کے دلوں پر لگائی گئی تو یکسر کایا پلٹتی ہوئی نظر آئی، اب وہ خدا کے خوف سے ہر دم لرزاں وترساں تھے، حوادث و واقعات سے عبرت حاصل کرتے تھے، انفس وآفاق میں پھیلی ہوئی نشانیوں کا وجود اب ان کے لیے نفع بخش تھا، مظلوموں کا حال زار دیکھ کر تڑپ جاتے تھے اور غریبوں، مسکینوں کے ساتھ نفرت وحقارت کا برتاؤ کرنے کے بجائے محبت وشفقت کا برتاؤ کرنے لگے، اسی طرح نبوت کی اس کنجی نے جب انسانوں کی ان فطری صلاحیتوں اور قوتوں کو چھوا، جو عرصہ سے ٹھٹھری پڑی تھیں تو وہ شعلوں کی طرح بھڑک اٹھیں اور سیلاب کی طرح موجیں مارتی ہوئی ابل پڑیں اور صحیح رخ پر لگ گئیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صلاحیتوں کے ابھرنے کا موقع نہ ملنے کی وجہ سے جو لوگ بکریوں کی گلہ بانی میں ضائع ہورہے تھے، وہ اب بہترین طور سے قوموں کی نگہبانی اور عالم کی فرماں روائی کی نازک ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے لگے اور جو شخص کل تک صرف کسی ایک قبیلہ یا ایک شہر کا شہسوار شمار کیا جاتا تھا، وہ اب بڑی بڑی سلطنتوں اور ایسے ایسے ملکوں کا فاتح ثابت ہوا جو قوت وشوکت میں یکتا تھے۔

اس کنجی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درس گاہوں کے قفل کھولے اور ان میں از سر نو چہل پہل اور رونق پیدا کی، حالانکہ علم کی کساد بازاری اور معلمین کی کسمپرسی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ نہ معلمین کو دلچسپی رہی تھی اور نہ متعلمین کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی قدر وقیمت یاد دلائی، اہل علم کا مرتبہ بتلایا اور علم دین کا باہمی تعلق سمجھایا، چنانچہ لوگ درس گاہوں کی ترقی کے لیے دامے، درمے، قدمے، سخنے کشاں ہوگئے، مسلمان کا ہر ہر گھر بجائے خود ایک مسجد ومدرسہ بن گیا، ہر مسلمان اپنے حق میں متعلم اور دوسرے کے حق میں معلم بن گیا، کیونکہ ان کا دین خود طلب علم کے لیے سب سے بڑا محرک تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنجی سے عدالت کا تعطل دور کیا، اب یہ قانون داں اس قابل تھا کہ اس پر ایک منصف جج کی حیثیت سے اعتماد کیا جاسکے اور ہر مسلمان حاکم، اعلیٰ درجہ کا انصاف شعار حاکم تھا اور یہ سچے مسلمان سب کے سب محض اللہ کے لیے سچی شہادتیں دینے والے تھے، جب اللہ اور آخرت کے حساب وکتاب پر ایمان استوار ہوا تو عدل وانصاف کی فراوانی ہوئی، بے انصافیاں اور بدمعاشیاں کم سے کم تر ہوگئیں اور جھوٹی شہادتیں اور ظالمانہ فیصلے ناپید ہوگئے، خاندانی معاملات جو اس قدر ابتر ہوگئے تھے کہ باپ بیٹے کے درمیان، بھائی بھائی کے درمیان، شوہر اور بیوی کے درمیان چھین جھپٹ اور کشاکش کا میدان گرم تھا، پھر یہ بیماری خاندانوں کے محدود میدان سے نکل کر معاشرہ کے وسیع میدان میں بھی پہنچ گئی تھی، یہی کشاکش نوکر اور مالک کے تعلقات میں بھی برپا تھی، حاکم اور رعیت کے تعلقات میں بھی برپا تھی، بڑے اور چھوٹے کے تعلقات میں بھی برپا تھی، ہر ایک کا یہ حال تھا کہ اپنا حق کسی طرح نہ چھوڑنا چاہتا تھا اور دوسروں کا حق کسی طرح دینا نہ چاہتا تھا، خود اگر کوئی چیز خریدتا تو ناپ تول میں ذرا ذرا سی اونچ نیچ پر باریک بینی

سے نظر رکھتا تھا؛ لیکن اگر دوسرے کے ہاتھ کچھ بیچتا تو کم سے کم ناپنے اور تولنے میں پوری مہارت بہم پہنچاتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاندانی اور معاشرتی نظام کے عقدوں کا حل بھی اسی کنجی سے کیا، خاندان اور معاشرہ میں ایمان کا بیج بویا، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈرایا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنایا:

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا (اس طرح) کہ اس کا ایک جوڑا پیدا کیا اور دونوں کی (نسل) سے پھیلا دیے، بہت سے مرد اور عورتیں، اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم مانگتے ہو اور قرابتوں کا خیال رکھو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگراں ہے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاندان اور معاشرہ کے افراد میں سے ہر ایک پر کچھ ذمہ داریاں ڈالیں، اسی طرح از سر نو خاندانی نظام کو بھی عدل، محبت اور راستی کی بنیاد پر قائم فرمایا اور معاشرہ کو بھی اعلیٰ درجہ کا عدل شعار بنایا، معاشرہ کے ہر ہر عضو میں امانتداری کا ایسا گہرا شعور اور خداترسی کا ایسا شدید احساس بیدار کردیا کہ اس معاشرہ کے امراء اور عہدیداران تک پرہیز گاری اور سادہ زندگی کے نمونے بن گئے، قوم کے سردار اپنے تئیں قوم کے خادم سمجھنے لگے، والیان سلطنت اپنی حیثیت یتیموں کے سرپرست سے زیادہ نہیں سمجھتے کہ اگر اپنی ذاتی ملکیت کچھ ہے تو سلطنت کے مال ودولت سے کچھ مطلب نہیں، اگر نہیں ہے تو بقدر ضرورت لینے پر قناعت ہے، اسی ایمان کی بدولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دولت مندوں اور تاجروں میں دنیا سے بے رغبتی اور آخرت سے دلچسپی پیدا کی، انہیں بتلایا کہ مال اصل میں اللہ کا ہے تمہیں اس نے اس کے تصرف میں نائب بنایا ہے۔

''اور خرچ کرو اس (مال، دولت) میں سے جس میں اللہ نے تمہیں اپنا نائب بنایا اور دوان (ضرورت مندوں) کو اس مال میں سے جو اللہ نے تمہیں دے رکھا ہے''۔

انہیں تجوریوں میں بند کرکے رکھنے اور راہ خدا میں خرچ نہ کرنے سے یہ کہہ کر ڈرایا:

''اور وہ لوگ جو سونے چاندی کے خزانے جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، آپ انہیں بشارت دے دیجئے دردناک عذاب کی اس دن جب کہ ان کے خزانوں کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیاں، کروٹیں اور پشتیں داغی جائیں گی، لو! یہ ہے تمہارا جمع کیا ہوا مال، اب چکھو اس کا مزہ''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیغام اور اپنی دعوت کے ذریعے سے جس فرد کو تیار کرکے کار گہہ حیات میں اتارا تھا، وہ اللہ پر سچا ایمان رکھنے والا، نیک خوئی پسند کرنے والا، اللہ کے خوف سے ڈرنے والا اور لرزنے والا، امانت کا پاس کرنے والا، دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والا، مادہ کو حقیر سمجھنے والا اور روحانیت سے مادیت پر غالب آنے والا تھا، وہ اس بات پر دل سے یقین رکھتا تھا کہ دنیا تو میرے لیے بنائی گئی ہے؛ لیکن میں آخرت کے لیے پیدا کیا گیا ہوں، پس یہ فرد اگر تجارت کے میدان میں اترتا تو نہایت سچا اور ایماندار ثابت ہوتا، اگر مزدوری کا پیشہ اختیار کرتا تو نہایت محنتی اور بہی خواہ مزدور ثابت ہوتا، اگر مالدار ہوجاتا تو ایک رحم دل اور فیاض دولت مند ثابت ہوتا، اگر غریب ہوتا تو شرافت کو قائم رکھتے ہوئے مصیبتوں کو جھیلتا، اگر کرسی عدالت پر بیٹھا دیا جاتا تو نہایت سمجھدار اور منصف جج ثابت ہوتا، اگر صاحب سلطنت ہوتا تو ایک مخلص اور بے غرض حکمراں ثابت ہوتا، اگر آقا ہوتا تو رحم دل اور منکسر المزاج ہوتا، اگر نوکر ہوتا تو نہایت چست اور فرماں بردار نوکر ہوتا، اگر قوم کا مال ودولت اس کی تحویل میں آجاتا تو حیرت انگیز بیداری اور باخبری سے اس کی نگرانی کرتا۔

یہ تھیں وہ اینٹیں جن سے اسلامی سوسائٹی کی تعمیر کی گئی اور جن پر اسلامی حکومت کی عمارت کھڑی کی گئی، اسی بناء پر اس سوسائٹی کے افراد میں جو چیزیں تھیں وہ سب کی سب معاشرہ میں جمع ہوگئیں تھیں، اس کے تاجر کی سچائی اور ایمانداری اس میں تھی، اس کے غریب کی خودداری اور مشقت کوشی

آج بھی اصل مسئلہ فرد کا مسئلہ ہے، جو سارے دوسرے مسائل کا سرا ہے اور یہی ہمیشہ انسانی زندگی کا اصل مسئلہ رہا ہے، کیونکہ فرد وہ اینٹ ہے جس سے سوسائٹی اور حکومت بنتی ہے اور اس کا حال آج یہ ہوگیا ہے کہ مادہ اور قوت کے سوا کسی چیز سے مطلب نہیں ہے اس دنیا کی قدروقیمت اس کی نظر میں حقیقت سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے، لذت اور خواہشات کی بندگی حد سے گزر گئی ہے اور اپنے پروردگار سے، انبیاء کی رسالت سے اور عقیدۂ آخرت سے رشتہ بالکل ٹوٹ چکا ہے، بس یہی فرد کا بگاڑ ہے جو سوسائٹی کے بگاڑ کا سرچشمہ اور تہذیب کی بدبختی کا ذمہ دار ہے۔

اس میں تھی، اس کے مزدور کی محنت کشی اور بہی خواہی اس میں تھی، اس کے جج کی فراست اور عدالت اس میں تھی، اس کے آقا کا انکسار اور رحم دلی اس میں تھی، اس کے خادم کی جفاکشی اور چستی اس میں تھی اور اس کے خزانچی کی نگرانی اور بیداری بھی اس میں پوری پوری موجود تھی، اسلامی سوسائٹی جس طرح اپنے افراد کی خوبیوں کی مظہرِ اتم تھی، اسی طرح اسلامی حکومت بھی تمام خوبیوں کی جامع بلکہ ان کا قومی محرک بن گئی تھی، یہ حکومت راست رو تھی، عقیدوں اور اصولوں کو منافع اور اصولوں پر ترجیح دیتی تھی، عوام کو لوٹنے کے بجائے ان کے اخلاق وعقائد کو بنانے اور سنوارنے کی دل سوزی سے کوشش کرتی تھی، سوسائٹی اور حکومت کے اثرات کا یہ نتیجہ تھا کہ انفرادی اور اجتماعی، پرائیوٹ اور پبلک زندگی کا ہر ہر گوشہ ایمان وعمل، صدق وخلوص، محنت وکوشش اور عدل وانصاف سے سجا ہوا اور ان سدا بہار پھولوں کی خوشبو سے مہکا ہوا تھا۔

غارِ حرا پر کھڑا کھڑا یہ تمام باتیں اپنے دل میں سوچ رہا تھا، میں اپنے ان خیالات اور عہدِ رفتہ کی یاد میں اتنا غرق ہوگیا کہ تھوڑی دیر کے لیے اپنے وجود سے بالکل بے خبر ہوگیا، میرا تصور مجھے اپنے ماحول اور اپنے زمانہ سے اڑ کر الگ لے گیا، میری نگاہوں میں اس عہد کی عمومی اسلامی زندگی کی تصویر پھرنے لگی، میں اس کا رخ جمال اور ایک ایک خط وخال دیکھنے لگا اور بالکل ایسا محسوس ہونے لگا کہ وہی زندگی میرے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے اور میں اس کی روح نواز فضاؤں میں سانس لے رہا ہوں، اسی عالمِ تصور میں مجھے اپنے زمانے کا خیال آیا جس کی فضاء میں واقعی میں سانس لیتا ہوں، میں نے کہا کہ آج بھی زندگی کی کامیابی اور خوشگواری کے دروازوں پر کچھ نئے قسم کے تالے پڑے نظر آرہے ہیں، مسائل میں پھیلاؤ اور تنوع کی کوئی حد نہیں اور اسی نسبت سے الجھاؤ اور پیچیدگیاں بھی بڑھ گئی ہیں تو کیا اس حالت میں بھی اس پرانی کنجی سے یہ قفل کھل سکتے ہیں؟

یہ سوال میرے دل میں پیدا ہوا، مگر میں نے کہا کہ جب تک ان تالوں کو اچھی طرح دیکھ بھال کرکے ان کی حقیقت نہ معلوم کرلوں مجھے کوئی جواب نہ دینا چاہیے، چنانچہ میں نے جو ان تالوں کو ہاتھ لگایا تو حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ تالے نئے نہیں ہیں وہی پرانے ہیں، صرف رنگ روغن نیا ہے اور نہ یہ پیچیدگیاں اور الجھنیں ہی نئی ہیں، ان کی جڑ تو ہو بہو پرانی ہے، آج بھی اصل مسئلہ فرد کا مسئلہ ہے، جو سارے دوسرے مسائل کا سرا ہے اور یہی ہمیشہ انسانی زندگی کا اصل مسئلہ رہا ہے، کیونکہ فرد وہ اینٹ ہے جس سے سوسائٹی اور حکومت بنتی ہے اور اس کا حال آج یہ ہوگیا ہے کہ مادہ اور قوت کے سوا کسی چیز سے مطلب نہیں ہے، اس دنیا کی قدر وقیمت اس کی نظر میں حقیقت سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے، لذت اور خواہشات کی بندگی حد سے گزر گئی ہے اور اپنے پروردگار سے، انبیاء کی رسالت سے اور عقیدۂ آخرت سے رشتہ بالکل ٹوٹ چکا ہے، بس یہی فرد کا بگاڑ ہے جو سوسائٹی کے بگاڑ کا سرچشمہ اور تہذیب کی بدبختی کا ذمہ دار ہے۔

یہ فرد اگر تجارت کرتا ہے تو لالچ اور ذخیرہ اندوزی کا مظاہرہ کرتا ہے، ارزانی کے وقت مال روک لیتا ہے اور گرانی کے زمانے میں نکالتا ہے اور اس طرح لوگوں کی بھوک اور پریشانی کا سبب بنتا ہے، یہ فرد اگر مفلس ہوتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ اپنی مفلسی کو دور کرنے کے لیے خود کچھ نہ کرے اور دوسروں کی محنتوں کا پھل مفت میں کھالے، اگر مزدوری کرتا ہے تو اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے؛ لیکن مزدوری پوری لینا چاہتا ہے، اگر دولت مند ہوتا ہے تو اعلیٰ درجہ کا کنجوس اور سنگدل ہوتا ہے اگر صاحب اقتدار ہوتا ہے تو لٹیرا اور بد دیانت ہوتا ہے، اگر مالک ہوتا ہے تو ایک ظالم اور خود غرض مالک ثابت ہوتا ہے جو اپنے فائدے اور اپنے آرام کے سوا کچھ دیکھنا نہیں چاہتا، اگر نوکر ہوتا ہے تو کام چور اور بے ایمان، اگر خزانچی بنادیا جاتا ہے تو غبن کرتا ہے، اگر وزیر یا جمہوریہ کا صدر بنادیا جاتا ہے تو شکم پرور، روح سے بے خبر اور بندہ نفس ہوتا ہے جو صرف اپنی ذات اور اپنی پارٹی کے فائدے کو دیکھتا ہے، اگر لیڈر بن جاتا ہے تو بہت ہی ترقی پسندی کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس قوم اور وطن کی حدود سے آگے نہیں بڑھنا چاہتا اور اپنے وطن اور قوم کی عزت بڑھانے کے لیے دوسری قوموں اور ملکوں کی عزت وآبرو خاک میں ملانے سے کسی وقت بھی گریز نہیں کرتا، اگر قانون سازی کا اختیار ہاتھ میں آجاتا ہے تو ظلم کے قانون اور بڑے بڑے ٹیکس مسلط کردیتا ہے، اگر اس کے دماغ میں ایجاد واکتشاف کی صلاحیت ہوتی ہے تو ہلاکت برسانے والے اور تباہی پھیلانے والے آلات ایجاد کرنے لگتا ہے، زہریلی گیس ایجاد کرتا ہے جو نوعِ انسانی کو ہلاک کردے، بمبار طیارے اور ٹینک بناتا ہے جو بستیوں کو کھنڈر اور راکھ کا ڈھیر بناڈالیں، ایٹم بم بناتا ہے جس کی ہلاکت خیزیوں سے نہ انسان بچ سکتے ہیں نہ حیوان، نہ کھیت نہ باغات اور جب اس فرد کو ان ایجادات کے استعمال کرنے کی قوت بھی مل جاتی ہے تو بستیوں کی بستیاں اندھا دھند نشانے پر رکھ لیتا ہے اور آن کی آن میں زندوں کے شہر، شہر خموشاں بناڈالتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب اچھے افراد سے مرکب ہونے والا معاشرہ اور ان سے تیار ہونے والی حکومت ان افراد کی تمام خوبیوں کی آئینہ دار ہوتی ہے تو برے افراد سے تیار ہونے والا معاشرہ اور حکومت دونوں لامحالہ ان تمام افراد کی تمام برائیوں اور بیماریوں کی حامل ہوگی، اس میں تاجروں کی ذخیرہ اندوزی بھی ہوگی، نفع کا لالچ بھی ہوگا، تنگ دستوں کی سرکشی بھی ہوگی، مزدوروں کی کم محنت اور زیادہ اجرت کی بری عادت بھی ہوگی، دولت مند کی ہوس کے جراثیم بھی اسے اڑ کر لگیں گے، اپنے حکمران کی بدنیتی اور عیاری بھی اس میں پھیلے گی، مالکوں کا جور وستم بھی اس کی عادت میں داخل ہوگا، نوکر کی خیانت اور خازن کا غبن بھی اس میں سرایت کرے گا، وزراء کی نفع پرستی اور لیڈروں کی وطن پرستی بھی گل کھلائے گی، قانون سازوں کے اندھیر اور سائنس دانوں کی بے راہ روی بھی اپنا جوہر دکھائے گی اور زورداروں کی سنگ دلی بھی اس پورے معاشرہ اور حکومت میں رنگ لائے گی۔

یہ ہے وہ اصل مادۂ فساد جس کے بطن سے وہ تمام بیماریاں، وہ تمام الجھنیں اور وہ تمام پیچیدگیاں پیدا ہوئی ہیں، جن سے انسانیت پریشان اور زار و نزار ہے، اس مادۂ فساد کا نام ہی مادہ پرستی کا ذوق یا مادہ اور اس کے مظاہر ہی کو سب کچھ سمجھنے کا عقیدہ، بلیک مارکیٹنگ اس کا قدرتی نتیجہ ہے، رشوت ستانی اس کا ادنیٰ کرشمہ ہے، ہوشربا گرانی اور مہنگائی اسی کا ایک شگوفہ ہے، ذخیرہ اندوزی اس کا عطیہ ہے، افراطِ زر اسی کا ثمرہ ہے، آج کے مفکرین اور مقننین آج تک ان مشکلات کا کوئی کامیاب حل نہیں ڈھونڈ کر لاسکے، ایک مشکل کو حل کرتے ہیں تو دوسری مصیبت میں پھنس جاتے ہیں، ایک گرہ کھلتی ہے تو کئی نئی گرہیں لگ جاتی ہیں، بلکہ اب تو یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ ان کی عقدہ کشائی بجائے خود نئے نئے عقدوں کو جنم دے رہی ہے، جیسے عطائی طبیب کے علاج سے صحت کے بجائے کچھ نئے نئے مرض اور پیدا ہوجائیں۔

یہ اس مریض پر روز نئے تجربے کررہے ہیں، انہوں نے سمجھا کہ شخصی حکومت ان تمام امراض کا سبب ہے، لہٰذا اسے ختم کرکے جمہوری طرزِ حکومت کی بنیاد ڈالی، مگر اس سے بھی مسئلہ حل نہ ہوا تو بعض نے پھر آمریت اور ڈکٹیٹرشپ کو اختیار کیا، اس سے اور خرابیاں بڑھتی دیکھیں تو پھر جمہوریت کی طرف رجوع کیا، ایسی ہی کبھی نظامِ سرمایہ داری کو اختیار کیا، اس سے اور گرہیں بڑھیں تو کیمونزم اور سوشلزم کو اپنے درد کا درماں سمجھ لیا، مگر معاملہ کی نوعیت ذرا نہ بدلی اور مشکلات جوں کی توں قائم یا پہلے سے کچھ دشوار ہوگئیں، کیوں؟

اس لیے کہ یہ ساری تبدیلیاں اور سارا ردوبدل اوپر اوپر ہوتا رہا اور مشکلات کی جو جڑ اور بنیاد ہے یعنی فرد اور اس کا بگاڑ، اس کو ہاتھ نہیں لگایا، اس میں کسی اصلاح وتغیر کی کوشش نہیں کی گئی اور قصداً یا بلاقصد اس حقیقت سے غفلت ہوتی گئی کہ اصل فساد اور ٹیڑھ فرد میں ہے، جس کی بدولت معاشرہ اور حکومت میں بھی ٹیڑھ پیدا ہوگئی ہے۔

لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر یہ مفکرین ومصلحین اس حقیقت کو خوب سمجھ بھی لیتے اور برائیوں کی اس جڑ کو پالیتے تب بھی اس کا اعلان ان کے بس کی بات نہ تھی، مانا کہ ان کے پاس اشاعتِ علم کے مؤثر ذرائع ہیں اور یہ دور ہی تعلیم وتربیت کا دور ہے، مگر ان کے ہاتھ میں وہ طاقت نہیں ہے جس سے فرد کا رخ شر سے خیر کی طرف اور تخریب سے تعمیر کی طرف موڑیں، کیونکہ ان کے دماغ ودل روحانیت بلکہ روح کی وقعت ہی سے عاری اور ایمان سے خالی ہیں، ان کے پاس دل کو غذا دینے اور اس میں ایمان کا پودا لگانے کا سامان نہیں ہے، ان کے ہاتھ سے وہ چیز نکل چکی ہے جو عبد ومعبود کے درمیان رشتہ جوڑے، اس کے ساتھ اس زندگی کا تعلق قائم کرے، روح ومادہ کے درمیان توافق پیدا کرے اور علم کو اخلاق سے وابستہ کرے، ان کے روحانی افلاس، اندھی مادیت اور غرورِ عقل نے تو اب اس حد تک پہنچایا ہے کہ تخریب وتباہی کا آخری تیر بھی اپنے ترکش میں جمع کرلینا چاہتے ہیں، جس کی ہلاکت خیزیوں سے انسانیت کا پورا کنبہ نیست ونابود اور پورا کرۂ ارض اجاڑ اور ویران ہوسکتا ہے، خدا نخواستہ اگر اس وقت دنیا کی متحارب طاقتوں نے خوفناک ہتھیاروں کے ساتھ جنگ کا میدان گرم کیا تو یقیناً ان کے یہ نو ایجاد آلاتِ تہذیب وانسانیت کا خاتمہ کردیں گے۔

☆☆☆☆☆

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی علیل، دعائے صحت کی اپیل

نبیرۂ ڈاکٹر مولانا سید عبدالعلی حسنیؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء (برادرِ اکبر مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ) استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء جناب مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی مدظلہ کی طبیعت بڑی ناساز ہے، قارئین کرام سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

ہم سب دست بدعا ہیں کہ رب کریم اپنے خاص فضل وکرم سے مولانا محترم کو جلد از جلد صحت وشفاء عاجل وکامل عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

یادوں کے چراغ

امام حرم علامہ محمد بن عبداللہ السبیل رحمہ اللہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ایک عرصہ تک حرم مکی کے مؤقر امام اور حرمین شریفین کے انتظامی امور کے صدر رہنے والے شیخ علامہ محمد بن عبداللہ السبیل نے مکہ مکرمہ میں دوشنبہ کے دن ۴ر صفر المظفر ۱۴۳۴ھ موافق ۱۷ر دسمبر ۲۰۱۲ء کو اس دار فانی کو الوداع کیا اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، اناللہ وانا الیہ راجعون.

وہ کچھ عرصہ سے بیمار تھے اور حرمین شریفین کی خدمت سے معذور ہو گئے تھے، ان کی وفات سے علمی و دینی سطح پر ایک خسارہ ہوا ، اور امت اسلامیہ ایک اہم شخصیت سے محروم ہو گئی ، وہ بڑے جلیل القدر عالم دین اور اہم خصوصیات کی حامل شخصیت تھے، حرمین شریفین کے امور کے طویل مدت تک رئیس (صدر) رہے، اور اس کے ساتھ انہوں نے حرم مکی کی امامت کی ذمہ داری بھی انجام دی، امامت کی ذمہ داری میں ان کے ساتھ ان کے فرزند جلیل شیخ عمر السبیل بھی شریک کار رہے۔

علامہ محمد بن عبداللہ السبیل دین وملت کی نصرت کے کام سے بھی خصوصی دلچسپی رکھتے تھے، اس کے لیے انہوں نے دنیا کے مختلف حصوں اور خطوں کے بار بار سفر بھی کیے۔

ہندوستان و پاکستان میں بھی ان کے سفر ہوئے اور یہاں کے عوام وخواص نے ان کے لیے زبردست اظہار عقیدت کیا، ہندوستان میں ندوۃ العلماء کی دعوت پر وہ دوبار تشریف لائے ، دونوں بار ان کے ساتھ مملکت سعودی عرب کی متعدد اہم شخصیات بھی ہمراہ تھیں، ان کا آخری سفر ندوۃ العلماء کی طرف سے بلائی گئی انٹرنیشنل دعوتی کانفرنس کے موقع پر ہوا، جو اصلاً فرق ضالہ محرفہ ومنحرفہ (قادیانیت وغیرہ) کے فتنہ اور خطرات سے آگاہ کرنے کے لیے منعقد ہوئی تھی اور یہ کانفرنس امام حرم علامہ محمد بن عبداللہ السبیل کے زیر صدارت منعقد ہوئی، انہوں نے اس پیش کش پر تواضع اختیار کرتے ہوئے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کو صدر بنانے کا مشورہ دیا لیکن حضرت مولاناؒ کے اصرار پر امام حرم نے اس کو قبول کیا۔

علامہ سبیل متواضع اور سادگی پسند عالم دین تھے، اپنے کو نمایاں کرنے سے بچتے تھے، متعدد بار ان کو حرم شریف میں دیکھا گیا کہ وہ نماز پڑھا کر جا رہے ہوتے تو رکن یمانی کی طرف بیٹھے ہوئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے پاس آجاتے ، اور ان کی مزاج پرسی کرتے اور کچھ دیر ان کے پاس بیٹھتے، اس کے علاوہ بھی جہاں کہیں کسی پروگرام میں ساتھ ہوا تو بڑی تواضع سے پیش آئے اور عقیدت واحترام کا معاملہ ظاہر کیا، اور جب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کا سانحۂ ارتحال پیش آیا، تو حرمین شریفین میں ان کی نماز جنازہ (غائبانہ) کا نظم بنانے میں انہوں نے حصہ لیا، اور حرم مکی میں خود نماز جنازہ (غائبانہ) پڑھائی اور ان کے مقام اور کام کا اظہار کر کے اس کا اعلان بھی کیا، ایسے خصوصی معاملات میں بادشاہ کی منظوری ضروری ہوتی ہے، لہٰذا اس کے لیے دیوان ملکی سے اجازت حاصل کرنے کا اہتمام کیا، اس وقت مملکت سعودی عرب کے بادشاہ اور دونوں حرموں کے خادم شاہ فہد بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تھے، شاہ کی طرف سے راقم کے نام جو تعزیتی خط موصول ہوا، اس میں شاہ نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مقام وکام کو سراہا، اور اس کا اظہار کیا جو نماز کے سلسلہ میں انہوں نے اجازت دی تھی اور شیخ سبیل کو جو یہ ذمہ داری دی، خود شیخ نے اپنی تعزیتی مکتوب میں جو تحریر کیا اس کے ایک ایک جملہ سے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے گہرا تعلق ظاہر ہو رہا ہے، اس مکتوب کو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے سبھی قدردانوں نے بہت پسند کیا اور اظہار قدردانی کی، حضرت مولاناؒ سے متعلق جو رسائل و جرائد کے خصوصی نمبر نکلے اور کتابیں تصنیف ہوئیں، ان میں اس مکتوب کو خصوصیت سے اہمیت دی گئی۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ امام حرم کا جو تعلق وقدردانی کا رویہ رہا، وہ میں نے کئی بار حضرت مولاناؒ کے ساتھ سفر میں رہنے کے موقع پر دیکھا، ان کی یہ خصوصیت وامتیاز ان کے فرزند جلیل شیخ عمر السبیل میں بھی منتقل ہوا تھا، وہ بھی ندوۃ العلماء آئے تھے، اور ندوہ کے طلبہ سے وہ ملاقات پر حضرت مولاناؒ اور ندوۃ العلماء سے تعلق کا اظہار کرتے اور وہاں کا حال دریافت کرتے تھے، ان کے ان فرزند عالی مرتبت کا سڑک کے ایک حادثہ میں انتقال ہو گیا جس کا ان کو گہرا صدمہ پہونچا، یہ حادثہ طائف کے راستہ میں پیش آیا تھا، ان کی نماز جنازہ خود شیخ نے حرم مکی میں لاکھوں کے مجمع کو پڑھائی جس میں حجاج کرام کا بڑا مجمع تھا، ہمارے بعض اعزہ نے جو اس موقع پر مکہ مکرمہ میں تھے، جا کر ہماری طرف سے شیخ سے تعزیت کی، اس موقع پر شیخ کا وہ تعلق پھر ظاہر ہوا جو ان کو حضرت مولاناؒ اور ندوۃ العلماء سے تھا۔

اس حادثہ نے شیخ کی صحت کو بہت متاثر کیا، حالانکہ انہوں نے اس کو اپنی ایمانی قوت سے برداشت کر لیا تھا، لیکن ایسے باکمال فرزند کی موت جو جواں سال ہو اور جن سے مستقبل میں بڑی توقعات وابستہ ہوں، شیخ کو ہلا کر رکھ دیا، اور پھر ان کی صحت روز بروز کمزور ہوتی گئی ، اور گویا عزلت نشیں ہو گئے۔

تقویٰ وطہارت، تدین ، پاکیزگی اخلاق، تواضع ،ملت کا درد وسوز، اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ، توحید وسنت کی اشاعت کی فکر اور اس کے لیے کوشش ، عالمانہ مقام ووقار اور داعیانہ کردار ان کو اپنے عہد کے علماء میں ممتاز کرتا تھا، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں جب ان کی پہلی تشریف آوری ہوئی جو یکم نومبر ۱۹۸۶ء میں ہوئی تھی ، بڑا عالمانہ ، داعیانہ اور مصلحانہ خطبہ دیا، اور الگ سے عوام کو خطاب بھی کیا ، اس کے علاوہ فجر کی نماز کی بعد درس قرآن بھی دیا ، دارالعلوم کے اساتذہ، طلبہ کے علاوہ ، وہ علماء اور خواص بھی شریک تھے جو ان کے دیدار وملاقات اور ان کے پیچھے نماز ادا کرنے کے لیے دور دور سے آئے تھے ، توحید خالص ، تقویٰ، صحیح دینداری ، فرائض وحقوق کا خیال اور کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑنے کے ساتھ وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے کی تلقین کی۔

شیخ کے ساتھ اس وقت کے رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف بھی تھے، انہوں نے بھی جلسۂ عام کو خطاب کیا، اور سعودی سفیر فواد صادق بھی تھے، جو ان کے اعزاز وتکریم میں دہلی سے ساتھ آئے تھے، اسی طرح دوسری تشریف آوری کے موقع پر جو گیارہ سال بعد ۱۹۹۷ء میں ۱۲، ۱۳ر نومبر کو منعقد ہوئے عظیم عالمی ، دعوتی وعلمی اجتماع کی مناسبت سے ہوئی تھی اور ان کے ساتھ ایک مؤقر وفد نے بھی شرکت کی تھی، جن میں شیخ محمد بن ناصر العبودی نائب امین عام رابطہ عالم اسلامی ،مکہ مکرمہ اور مملکت سعودی عرب کی اور بعض ممتاز شخصیات تھیں، امام حرم نے اپنے فاضلانہ ومحققانہ مقالہ کے ساتھ شرکت فرمائی تھی ، جو رد قادیانیت پر تھا، اور اس میں عقیدۂ ختم نبوت کو بڑے مدلل انداز میں پوری قوت وصراحت کے ساتھ پیش کیا تھا، ان کا یہ مقالہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی طرف سے بڑی تعداد میں شائع کرا کر تقسیم کرایا گیا اور اس کا اردو ترجمہ اور پھر اس سے ہندی ترجمہ بھی کرا کر عام کیا گیا۔

ان دونوں موقعوں پر ہزاروں افراد نے ایر پورٹ پہونچ کر آپ کے شایان شان استقبال کیا اور لاکھوں افراد نے آپ کے پیچھے نماز جمعہ ادا کی ، جس کا اعتراف شہر لکھنؤ کے سبھی اردو، ہندی، انگریزی اخبارات نے کیا، بعض غیر مسلم اخبارات نے ۵،۶ لاکھ کی تعداد بتائی۔

اللہ تعالیٰ نے شیخ کو بڑا دینی منصب عطا فرمایا تھا، ان میں حق پرستی، حق شناسی، تواضع، ملی مسائل سے دلچسپی اور حسن اخلاق کی جو صفات تھیں، ان سے وہ لوگوں میں بڑے محبوب بن گئے تھے، اور دیوان ملکی میں بھی ان کو بڑی عزت اور مقام حاصل تھا، اور حرمین شریفین کی خدمت کی ان کو جو طویل عرصہ خدمت اور امامت کی توفیق ملی، وہ ان کی عنداللہ مقبولیت کے لیے کافی ہے، اور لوگوں میں مقبولیت ومحبوبیت کا اندازہ ان کے جنازے میں شریک ہونے والوں کی کیفیت سے لگایا جا سکتا ہے جو دیکھی گئی ،عزیزی مولوی عبیداللہ اسحاقی ندوی جو اس موقع پر وہاں موجود اور نماز جنازہ وتدفین میں شریک تھے، نے اپنا تاثر بیان کیا کہ وفات کے دوسرے دن منگل کو عصر کی نماز میں ان کا جنازہ حرم شریف میں لایا گیا، پورے حرم شریف میں بے حد ازدحام تھا، شیخ صالح بن حمید نے نماز جنازہ پڑھائی، ان کی آواز رقت آمیز تھی ، وہ غالباً رو رہے تھے، ہر کوئی اشکبار، ہچکیاں لے رہا تھا، ہر کوئی غمزدہ وغمگین اور افسردہ وحزین تھا، کیا شہری، کیا اجنبی، حرم شریف سے مقبرہ "العدل" تک یہی منظر تھا، مقبرہ میں بھی دو تین دفعہ نماز جنازہ ادا کی گئی، ہر ایک کی زبان پر دعائیہ کلمات: "اللھم اغفرلہ، اللھم ارحمہ، اللھم ثبتہ بالقول الثابت" کے الفاظ تھے۔

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ النبیین و الصدیقین والشہداء والصالحین واحشرہ معھم وأدخلہ فی جنۃ النعیم۔

☆☆☆☆☆

حیات طیبہ

سیدنا محمد ﷺ کے عائلی ودعوتی حالات

ایک مختصر جائزہ

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

سیرت کے دو اہم پہلو

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے دو پہلو ہیں، ایک پہلو ان کی ولادت سے لے کر وفات تک ہے، دوسرا پہلو ان کے فضائل اور محاسن کا ہے، سیرت نگاروں نے دونوں پہلوؤں پر سیر حاصل گفتگو کی ہے، ذیل میں ان کے ذاتی حالات سے متعلق کچھ معلومات نذر قارئین کی جا رہی ہیں، تاکہ اس پہلو سے بھی ہر خاص وعام واقف ہو اور عملی زندگی میں اس سے کما حقہ استفادہ کر سکے۔

ابتدائی حالات

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ۲۱/اپریل ۵۷۱ء پیر کے دن ہوئی، آپ کے والد کا نام عبداللہ، دادا کا نام عبدالمطلب، نانا کا نام وہب، دادی کا نام فاطمہ، نانی کا نام برہ تھا، آپ کے والد دس بھائی تھے:

عباس، حمزہ، ابولہب، ابوطالب، زبیر، حارث، مقدم، حجل، ضرار، قثم۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے کئی ماہ قبل آپ کے والد کی وفات ہو گئی تھی، چھ سال کے بعد والدہ بھی دنیا سے رخصت ہو گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ پھوپھیاں تھیں: ام حکیم، عاتکہ، برہ، امیمہ، اروئی، صفیہ۔

بچپن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے آپ کو دودھ پلایا، پھر ابولہب کی باندی ثویبہ نے، پھر حلیمہ سعدیہ کے حصے میں یہ سعادت آئی، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو سعد کے قبیلے میں ایک وقت گذارا۔

مکی زندگی

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال کی ہوئی، تو حضرت خدیجہ سے آپ سے نکاح ہوا، ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزی، ان کے والد خویلد اپنی قوم میں بلندی اور احترام کے مرتبہ پر فائز تھے، ان کی ماں حضرت فاطمہ بنت زائدہ تھیں، انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ابو ہالہ سے شادی کی تھی، ان کا اصل نام ہند بن زرارہ النباش تھا، قبیلۂ تمیم کے رہنے والے تھے، ان کے اس شوہر سے دو بچے ہوئے، ایک کا نام ہند اور دوسرے کا نام ہالہ تھا، پھر انہوں نے عتیق بن عابد سے شادی کی، ان سے ایک بیٹے محمد اور بعض اقوال کے مطابق ایک بیٹی جاریہ پیدا ہوئی۔ حضرت خدیجہ کی ولادت عام الفیل سے پندرہ سال پہلے ہوئی تھی، اور وفات سنہ ۱۰ نبوی میں ہوئی۔

چالیس سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز کیا گیا، پہلی وحی "اقرا باسم ربك الذي خلق......" کی شکل میں نازل ہوئی، ابتدا میں اسلام لانے والے چار افراد تھے: حضرت خدیجہؓ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ، زید بن حارثہؓ، اور پانچویں فرد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ تیرہ سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں گذارا، اس دوران سخت ترین حالات آئے، شعب ابی طالب کا محاصرہ، عام الحزن، طائف کا سفر، قریش کی وقتاً فوقتاً ایذا رسانیاں، اس کے لیے باقاعدہ کمیٹیوں کی تشکیل، یہ تمام وہ حالات ہیں جو اس دور کی سرخیاں ہیں۔

مدنی زندگی

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کی، ہجرت کے بعد وہاں ایک اسلامی معاشرہ قائم کیا، مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی، اصحاب صفہ کی درسگاہ قائم ہوئی، دشمنوں کی ایذا رسانیوں کو روکنے کے لیے دفاعی جنگیں ہوئیں، جن میں غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ خندق، غزوۂ خیبر، غزوۂ بنی قریظہ، غزوۂ بنو نظیر، غزوۂ موتہ، فتح مکہ اور غزوۂ تبوک پیش آئے۔ اسی درمیان آپسی تعارف کے لیے صلح حدیبیہ کے نام سے ایک تاریخ ساز معاہدہ بھی ہوا، جس میں فریقین کو جنگ سے باز رہنے کے لیے دس سال کی مدت طے کی گئی، غزوات کے علاوہ مدینہ کے زمانہ قیام میں غیر معمولی وفود کی آمد ہوئی، جن سے حلقۂ اسلام کو بڑھنے میں مدد ملی۔

اسلام کا معجزہ

ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کی تعداد پانچ تھی، لیکن حجۃ الوداع کا موقع ہے کہ مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے، یہ صرف رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شب و روز دعوت کے سلسلے میں محنت وکوشش کا نتیجہ تھا۔

آخری وصیت اور وفات

حجۃ الوداع کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت متاثر رہی، آپ نے مرض کے زمانہ میں کئی وصیتیں کیں، جن میں آخری وصیت نماز اور ماتحتوں کی ساتھ حسن سلوک کی تھی، فرماتے تھے: "الصلاة وما ملكت أيمانكم" (دیکھو! نماز کا اہتمام رکھنا اور اپنے ماتحتوں اور غلاموں کا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہجرت کے گیارہویں سال ۱۲/ربیع الاول پیر کے دن ترسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں ہوئی۔

ازواج مطہرات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں خدیجہ بنت خویلد، سودہ بن زمعہ، عائشہ بنت ابی بکر، حفصہ بن عمر بن الخطاب، ہند بنت ابی امیہ، زینب بنت جحش، جویریہ بنت الحارث، صفیہ بنت حیی، رملہ بنت ابی سفیان، میمونہ بنت الحارث ہلالیہ، ماریہ قبطیہ، ریحانہ بنت عمرو ہیں۔

آل و اولاد

آپ کی چار صاحبزادیاں اور کئی صاحبزادے تھے۔ آپ کے صاحبزادوں کے نام اس طرح ہیں:

حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت ابراہیم، حضرت طیب، طاہر۔

[البدایہ والنہایۃ: ۵/۳۰۷]

بڑی صاحبزادی حضرت زینب تھیں جن کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے ہوا، دوسری صاحبزادی رقیہ تھیں جن کا نکاح حضرت عثمان بن عفانؓ سے ہوا، تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم تھیں جن کا نکاح حضرت عثمان بن عفانؓ سے ہوا، چوتھی فاطمہ الزہراؓ تھی جن کا نکاح حضرت علیؓ سے ہوا۔ حضرت فاطمہ سے کئی بچے پیدا ہوئے، حضرت حسن (ہجرت کے تیسرے سال)، حضرت حسین (ہجرت کے چوتھے سال)، محسن (ولادت کے وقت ہی وفات پا گئے)، ام کلثوم وزینب۔

خلفائے راشدین و عشرۂ مبشرہ

خلفائے راشدین میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علیؓ ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں ان چار کے علاوہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت ابو عبیدہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم اجمعین شامل ہیں۔

☆☆☆☆☆

ظہور قدسی

علامہ شبلی نعمانی

چمنستان دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آچکی ہیں، چرخ نادرۂ کار نے کبھی کبھی بزم عالم اس سروسامان سے سجائی کہ نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئی ہیں۔

لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے، جس کے انتظار میں پیر کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیے، سیارگان فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے، چرخ کہن مدت ہائے دراز سے اسی صبح جاں نواز کے لیے لیل ونہار کی کروٹیں بدل رہا تھا، کارکنان قضاء وقدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ وخورشید کی فروغ انگیزیاں، ابر وباد کی تردستیاں، عالم قدس کے انفاس پاک، توحید ابراہیمؑ، جمال یوسفؑ، معجز طرازی موسیٰؑ، جاں نوازی مسیحؑ، سب اسی لیے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں اوز شہنشاہ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دربار میں کام آئیں گے۔

آج کی صبح وہی صبح جاں نواز، وہی ساعت ہمایوں، وہ دور فرخ فال ہے، ارباب سیر اپنے محدود پیرایۂ بیان میں لکھتے ہیں کہ: "آج کی رات ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے، آتش کدۂ فارس بجھ گیا، دریائے ساوہ خشک ہو گیا"۔ لیکن سچ یہ ہے کہ ایوان کسریٰ نہیں بلکہ شان عجم، شوکت روم، اوج چین کے قصرہائے فلک بوس گر پڑے، آتش فارس نہیں بلکہ جحیم شر، آتش کدۂ کفر، آذر کدۂ گمرہی سرد ہو کر رہ گئے، صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی، بت کدے خاک میں مل گئے، شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا، نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے، توحید کا غلغلہ اٹھا، چمنستان سعادت میں بہار آگئی، آفتاب ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں، اخلاق انسانی کا آئینہ پرتو قدس سے چمک اٹھا۔

یعنی یتیم عبداللہ، جگر گوشۂ آمنہ، شاہ حرم، حکمران عرب، فرماں روائے عالم، شہنشاہِ کونین عالم قدس سے عالم امکان میں تشریف فرمائے عزت واجلال ہوا۔

اللّٰهم صلّ عليه وعلىٰ آله وأصحابه وسلّم۔

انسان کامل

محمد ﷺ نوع انسانی کے لیے دائمی و کامل نمونہ

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

اسلام انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے، زندگی کا کوئی گوشہ اسلامی تعلیمات سے محروم نہیں، عبادت ہو، سیاست ہو، معاشیات ہو، اخلاقیات ہو، نباتات ہو، جمادات ہو، تعلیم وتعلم کا میدان ہو، غرضیکہ اسلام میں ہر ایک کے لیے رہنمائی موجود ہے، کیونکہ اسلام ابدی، جامع اور ہمہ گیر متوازن نظام حیات ہے اور یہی جامعیت اس کی کشش کا سبب ہے اور اسی جامعیت کی وجہ سے وہ اس وقت بھی سب سے زیادہ پھیلنے والا دین ہے اور اس کی یہ مقبولیت ہی اس کے مخالفین کے لیے پریشانی اور دشمنی کا سبب ہے۔

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ رحمۃ للعالمین، پیامبر امن ومحبت، معلم انسانیت، سرور کونین رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ایسے پر فتن و پر آشوب دور میں ہوئی جب کہ ہر چہار جانب ضلالت وجہالت اور کفر وگمراہی کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں، ظلم وزیادتی کا بازار گرم تھا، رشد و ہدایت اور خیر وبھلائی کی راہیں مسدود ہو چکی تھیں، تخریبی طاقتیں انسانیت سے کھلواڑ کر رہی تھیں اور انسان کو ایندھن کی طرح اپنے شخصی اغراض و مقاصد، حرص وہوس اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے استعمال کر رہی تھیں، انسانی و اخلاقی قدریں یکسر بدل چکی تھیں، روئے زمین پر اضطراب وانتشار، قتل وغارتگری، کشت وخونریزی، اخلاقی ودینی بے راہ روی اور جنسی انارکی کا دور دورہ تھا، انسانی ضمیر مردہ ہو چکا تھا، خیر وصلاح اور حق کی آواز ناپید تھی، ہدایت کا چراغ گل ہو چکا تھا، طاقتور کمزور کو کھائے جا رہا تھا، مالدار غریب کا خون پی رہا تھا اور انسانیت دم توڑ رہی تھی اور دور تک امید کی کوئی کرن نظر نہیں آ رہی تھی۔

اس ناامیدی اور مایوسی کے عالم میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو سہارا دیا، رشد وہدایت کا چراغ روشن کیا، تہذیب وتمدن اور علم وثقافت کو تعمیری رخ پر لگایا، امن وآشتی کا غلغلہ بلند کیا، الفت ومحبت کا نغمہ سنایا، علم کی سرپرستی کی، عدل ومساوات اور اخوت وبھائی چارہ کا درس دیا، تاریخ انسانی گواہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر انسانیت نواز و کرم گستر نہیں دیکھا، اور نہ کوئی ایسی باکمال اور جامع الصفات شخصیت پیدا ہو سکی جس کو آپ کے مقابل کھڑا کیا جا سکے اور وہ آپ کی جگہ لے سکے، عقل انسانی اپنے تمام سابقہ تجربات، اب تک کے تمام رکارڈ اور معلومات کی بنیاد پر شہادت دیتی ہے آئندہ بھی کسی ایسی ذات کے پیدا ہونے کے امکان آخری حد تک معدوم ہیں، یہاں تک قیامت برپا کردی جائے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق کریمانہ، ہمدردی وخیر خواہی اور اعلیٰ انسانی کردار اور حسن سلوک سے کٹر معاندین کے دل جیت لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فراخ دل، کشادہ قلب، راست گفتار، نرم طبیعت اور معاشرت ومعاملات میں نہایت درجہ کریم تھے، جو پہلی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا وہ مرعوب ہو جاتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہتا اور جان پہچان حاصل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فریفتہ اور دلدادہ ہو جاتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کرنے والا کہتا ہے کہ نہ آپ سے قبل میں نے آپ جیسا کوئی شخص دیکھا نہ آپ کے بعد۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات طیبہ میں شفقت ومحبت، نرمی وملاطفت، دلداری و دلنوازی، عفو ودرگزر اور کرم گستری کی جلوہ گری نظر آتی ہے، دوست تو دوست، جانی دشمنوں کے ساتھ بھی نرمی ومحبت اور لطف وعنایت کا معاملہ فرماتے، دشمن جان لینے آتے، لیکن عاشق زار بن کر واپس ہو جاتے اور آپ پر سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتے، کبھی کسی سے کوئی انتقام نہیں لیا، بلکہ ستانے اور ایذا پہونچانے والوں کو معاف کر دیتے اور ان کے لیے مغفرت اور ہدایت کی دعا کرتے:

"اللّٰہم اغفر لقومی فإنہم لا یعلمون"۔

مکہ کی ۱۳ سالہ مدت کی زندگی صبر وبرداشت اور حلم وعفو کی اعلیٰ مثال ہے، طائف کے واقعہ کو تصور کیجئے اور قربان جائیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم وصبر پر، غزوہ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید کیے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صرف "اللّٰہم اہد قومی فإنہم لا یعلمون" کے الفاظ نکلے، فتح مکہ کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل غلبہ اور اقتدار حاصل تھا، چاہتے تو دشمنوں سے انتقام لے لیتے کہ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہونچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی، لیکن نبی رحمت کا حلم وعفو دیکھئے کہ ارشاد ہوتا ہے: "اذہبوا أنتم الطلقاء" جاؤ تم سب آزاد ہو، تمہارا کوئی مؤاخذہ نہیں، کیا متمدن دنیا اس کی مثال پیش کر سکتی ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات کے لیے غصہ نہ آتا، نہ اس کے لیے انتقام لیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرم مزاج اور نرم گفتار تھے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم درشت خو اور بے مروت ہوتے تو لوگ آپ سے دور ہو جاتے، قرآن کریم میں آپ کے بارے میں ارشاد ہے: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ، وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾ (اے محمد خدا کی مہربانی سے تمہاری افتاد مزاج ان لوگوں کے لئے نرم واقع ہوئی ہے اور اگر تم بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے) [سورہ آل عمران: ۱۵۹]

دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ [سورہ توبہ: ۱۲۸] (تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے جن کو تمہاری تکلیف گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہش مند ہیں، اور مؤمنوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اذیت پہونچانے والے کو معاف کر دیتے، لیکن جب خدا کے کسی حق کو پامال کیا جاتا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال کے سامنے کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی تھی، اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا اور کچھ مدد چاہتا تو اس کو جھڑکتے نہیں، بلکہ اس کی ضرورت پوری فرما دیتے، یا کم از کم نرم اور شیریں لہجہ میں جواب دیتے، کبھی کبھی سوال کرنے والے سخت طریقہ اختیار کرتے، لیکن آپ شفقت اور نرمی کا ہی معاملہ فرماتے، کسی خادم یا کسی عورت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا، اور نہ ہی ان کو ڈانٹا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو علم ومعرفت، حیا و شرم اور الفت ومحبت کی ہوتی، اللہ کا ذکر کرتے ہوئے کھڑے ہوتے اور اللہ کا ذکر کرتے ہوئے بیٹھتے، لوگوں کی دلداری فرماتے اور ان کو متنفر نہ کرتے اور ان کے دلوں میں محبت والفت، اخوت وبھائی چارہ اور نرمی پیدا فرما دیتے، اسی دلداری اور ملاطفت کا نتیجہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر چیز قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم ومعرفت اور رشد و ہدایت کی راہ روشن کی اور نوع انسانی کو اخوت و مساوات کا درس دیا اور یہ اعلان کر دیا کہ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں، کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے، مگر تقویٰ کی بنا پر، خدا کے نزدیک تم میں عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دنیا کے ایسے خطہ میں ہوئی جو اخلاقی، عقلی اور اعتقادی اعتبار سے سب سے زیادہ پس ماندہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں پھیلے ہوئے فساد اور بگاڑ کے خلاف جد و جہد کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور پیغام پوری نوع انسانی کے لیے تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کا وقار بحال کیا اور اپنی حکیمانہ تعلیم و تربیت سے ایک ایسی مثالی جماعت تیار کر دی جس نے پوری دنیا میں امن وامان، اخوت ومحبت، عدل و انصاف اور مساوات کا پیغام عام کیا، انسانیت کی بقا وحفاظت کا کام کیا، چنانچہ کل تک جو رہزن تھے، وہ آج رہرو ہی نہیں، بلکہ بہترین رہبر بن گئے، کل تک جن کی زندگی فسق وفجور کی نذر تھی، آج وہ اتنے بلند اور مقدس مقام ومرتبہ تک پہنچ گئے کہ صداقت و پاکیزگی کو ان کے انتساب سے شرف ہو جائے، کل تک جو مردہ تھے، وہ آج زندہ ہی نہیں، بلکہ دوسروں کو زندہ کرنے والے بن گئے، صحابۂ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی چلتی پھرتی مثال تھے، رفیق غار اور خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے مشن کو آگے بڑھایا، خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عدل و انصاف کا غلغلہ بلند کیا، آپ کی زاہدانہ اور متقشفانہ زندگی کے باوجود دشمن آپ کے رعب وجلال سے کانپتے تھے، بیت المقدس میں داخلہ کا واقعہ عدل فاروقی کا اعلیٰ نمونہ ہے، آپ فاتح کی حیثیت سے نہیں، بلکہ ایک خاکسار اور عاجز بندہ کی طرح داخل ہوئے، آپ کا یہ تاریخی جملہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ "جو کچھ ہے وہ اسلام کی ہی کی بدولت ہے"۔ صحابہ کرامؓ کی مثالی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت ہی کا نتیجہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار رفقاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی صفات سے متصف اور اسلامی تعلیمات کا اعلیٰ نمونہ تھے، جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے: "أصحابي كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم" یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکیمانہ تربیت کی روشن دلیل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم

ہی کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ دعوت اسلامی کی آواز چہار دانگ عالم میں پھیل گئی اور پرچم اسلام عرب وعجم میں لہرانے لگا، خدائی تعلیمات اور ہدایت وفلاح کی بادبہاری چلنے لگی، ہر شخص اپنے اپنے ظرف کے مطابق کسب فیض میں مشغول ہو گیا، پوری دنیا نے اسلام کا یہ پیغام جان لیا کہ اسلام نام ہے کائنات کے کارساز حقیقی کے سامنے خودسپردگی اور سرافگندگی کا، اسلام نام ہے اس عقیدہ کا کہ آسمان وزمین اور بحروبر کا خالق ومالک صرف ایک ہے، جس نے انسان کو ایسی شکل وصورت سے نوازا جو سب سے بہتر اور سب سے عمدہ تھی، جس نے ابن آدم کو اشرف المخلوقات بنایا اور دنیا کے تمام ستارے، سیارے اور مہروماہ وانجم کو اس کی ضروریات کی تکمیل میں لگا دیا، پوری کائنات اس کے دست نگر کر دی اور اس کو علم وعرفان کا وہ نور عطا کیا جس سے وہ زندگی کے ہر گوشہ میں رہنمائی حاصل کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے حاملین منصب نبوت پوری تندہی واخلاص سے دعوت اور پیغام اسلامی کو عام کرنے لگے، لوگوں کو زندگی کا سلیقہ اور آداب سکھاتے رہے۔

ایک انصاف پسند اور تاریخ عالم سے واقف مغربی اہل علم نے اس طبقہ کی بڑی کامیاب تصویر پیش کی ہے، اور ان کی نمایاں اور مشترک خصوصیت کی طرف اشارہ کیا ہے، جو نبوت کا باغ تازہ اور قرآن کی فصل بہار کہلانے کا مستحق ہے، جرمن فاضل کائتانی (Caetani) اپنی کتاب "سنین اسلام" میں لکھتا ہے:

"یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی وراثت کے سچے نمائندے، مستقبل میں اسلام کے مبلغ، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا رسیدہ لوگوں تک جو تعلیمات پہنچائی تھیں، ان کے امین تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل قربت اور ان سے محبت نے ان لوگوں کو فکر وجذبات کے ایک ایسے عالم میں پہونچا دیا تھا جس سے اعلیٰ اور متمدن ماحول کسی نے دیکھا نہیں تھا۔

درحقیقت ان لوگوں میں ہر لحاظ سے بہترین تغیر ہوا تھا، اور بعد میں انہوں نے جنگ کے مواقع پر مشکل ترین حالات میں اس بات کی شہادت پیش کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے افکار کی تخم ریزی زرخیز زمین میں کی گئی تھی، جس سے بہترین صلاحیتوں کے انسان وجود میں آئے، یہ لوگ مقدس صحیفہ کے امین اور اس کے حافظ تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو لفظ یا حکم انہیں پہنچا تھا اس کے زبردست محافظ تھے۔

یہ تھے اسلام کے قابل احترام پیش رو جنہوں نے مسلم سوسائٹی کے اولین فقہاء علماء، اور محدثین کو جنم دیا"۔ (تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات، از: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: ص/ ۱۲۲،۱۲۳)

حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور بلندی کا اعتراف صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار اور متبعین ہی نہیں کرتے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین اور دشمنان اسلام نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ورفعت کا اعتراف کیا ہے، ایک فرانسیسی مفکر لامرٹین Lamartine نبی رحمت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھتا ہے:

"وہ تمام پیمانے اور اصول جن کی مدد سے ہم کسی انسان کی عظمت کو ناپ سکتے ہیں، ان میں انسان کے عظیم تر مقاصد حیات اور اسباب ووسائل کی قلت کے باوجود حیرت انگیز نتائج کا ظہور شامل ہے، اس معیار کو سامنے رکھتے ہوئے کون ہے جو اس بات کی جرأت رکھتا ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبقری شخصیت کے مقابل کسی بھی زمانے کے دوسروں لیڈروں اور رہنماؤں کو رکھ سکے، اس میں شک نہیں کہ بہت سارے رہنماؤں نے طاقتور اور خطرناک قسم کے جنگی آلات ایجاد کیے ہیں، قوانین پاس کیے ہیں، عظیم شہنشاہتیں اور حکومتیں قائم کیں ہیں، مگر ان کے یہ سب کارنامے بالکل سطحی قسم کے ہیں، ان کے کارنامے انقلاب زمانہ کی نذر ہو گئے، مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صرف لشکروں اور قبیلوں کی قیادت ہی نہیں کی، صرف قوانین ہی وضع نہیں کیے، صرف حکومت ہی قائم نہیں کی، بلکہ انہوں نے لاکھوں لوگوں کے دلوں پر حکومت بھی کی، جو دنیا کا تہائی حصہ تھے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کارنامہ یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا، ان کا کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے تمام پرانے رسم ورواج، فکر وخیال اور باطل نظریات وعقائد کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکا، عظمت کے انسانی معیار اور اصول کی روشنی میں پوچھتا ہوں کہ نبی محمد سے بڑھ کر دنیائے انسانیت میں اور کون ہو سکتا ہے؟"۔ [تاریخ ترکیا، ص: ۲۲۷]

مائکل ایچ ہارٹ اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"تاریخ انسانی کے سو عظیم اور عبقری انسانوں میں سب سے پہلے نمبر پر میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رکھا ہے، ہو سکتا ہے کہ میرا یہ انتخاب لوگوں کو کچھ عجیب سا محسوس ہو لیکن حقیقت یہی ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں وہ تنہا شخص ہیں جو دین اور دنیا دونوں سطحوں پر مکمل کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہے ہیں"۔ [الشخصیات المائة الأكثر تأثيرا في تاريخ الإنسانية]

حقیقت یہی ہے کہ ہماری اس آباد گیتی میں لاکھوں رہنما اور قائدین آئے اور اپنے اپنے حصہ کا کام کر کے چلے گئے، ان کی فہرست بڑی طویل ہے، ان میں مذہبی رہنما بھی شامل ہیں اور سیاسی قائدین بھی، ایسے لیڈر بھی اس میں شامل ہیں، جو خود کو عالمگیر بتاتے رہے ہیں اور وہ بھی شریک فہرست ہیں جو علاقائی کہلائے گئے، ان میں سے کوئی بھی آپ کا ہم پلہ نہیں، ان میں سے کسی کے بھی قد وقامت پر آپ کا لباس فٹ نہیں بیٹھتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس قوم میں مبعوث ہوئے، وہ امی قوم تھی، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی امی کے لقب سے خطاب کیا گیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم معلم انسانیت بنے اور آپ کی امی قوم نے ساری دنیا میں علم وحکمت کا چراغ روشن کیا، صدیوں تک علم وتہذیب کا علم اسی امت کے اہل عقل ودانش کے ہاتھ میں رہا، یہاں تک ایک مغربی مؤرخ نے لکھا ہے کہ: "عرب ہمارے معلم اول ہیں اور عربوں کے علوم نہ ہوتے تو یورپ کو ترقی میں مزید تین سو سال لگتے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا اہم کارنامہ دین اور علم، فکر اور دین اور دنیا کے درمیان رابطہ قائم کرنا تھا اور دین اور علم اور ریاست کو کسی خاص طبقہ یا جماعت کے احتکار سے آزاد کرنا تھا، جس کی مثالیں تاریخ اسلامی میں نمایاں طور پر ملتی ہیں۔

اسلام اپنی جامع اور متوازن تعلیمات، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور اپنے پیروکاروں کے حسن عمل اور اخلاق کریمانہ سے پورے عالم میں پھیلتا چلا گیا اور اسلام کا پیغام عام ہو گیا کہ رب العالمین اور خالق ارض وسما ہی بندگی اور اطاعت کے لائق ہے۔

اسلام نے دنیا کو ایسے اسلامی عطیات سے نوازا ہے، جن کا نوع انسانی کی رہنمائی، صلاح وفلاح اور تعمیر وترقی میں نمایاں کردار رہا ہے، اور جنہوں نے ایک زندہ ودرخشندہ دنیا کی تخلیق وتشکیل کی ہے جو کہنہ اور زوال پذیر دنیا سے کوئی مشابہت نہیں رکھتی ہے، وہ اسلامی عطیات دس ہیں:

۱۔ صاف اور واضح عقیدۂ توحید۔
۲۔ انسانی وحدت ومساوات کا تصور۔
۳۔ انسانیت کے شرف اور انسانی عزت وبلندی کا اعلان۔
۴۔ عورت کی حیثیت عرفی کی بحالی اور اس کے حقوق کی بازیابی۔
۵۔ ناامیدی اور بدفالی کی تردید اور نفسیات انسانی میں حوصلہ مندی اور اعتماد وافتخار کی آفرینش۔
۶۔ دین ودنیا کا اجتماع اور حریف وبرسر جنگ انسانی طبقات کی وحدت۔
۷۔ دین وعلم کے درمیان مقدس دائمی رشتے کا قیام واستحکام اور ایک کی قسمت کو دوسرے کی قسمت سے وابستہ کر دینا، علم کی تکریم وتعظیم اور اسے بامقصد، مفید اور خدارسی کا ذریعہ بنانے کی سعی محمود۔
۸۔ عقل سے دینی معاملات میں بھی کام لینے اور فائدہ اٹھانے اور انفس وآفاق میں غور وفکر کی ترغیب۔
۹۔ امت اسلامیہ کو دنیا کی نگرانی اور رہنمائی، انفرادی واجتماعی اخلاق ورجحانات کے احتساب، دنیا میں انصاف کا قیام اور شہادت حق کی ذمہ داری قبول کرنے پر آمادہ کرنا۔
۱۰۔ عالمگیر اعتقادی اور تہذیبی وحدت کا قیام۔ [تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات از: مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ]

آپ کی دعوت کا راز دروں یہ ہے کہ اس کے اندر آفاقیت، ابدیت، اور جامعیت پائی جاتی ہے، وہ رنگ ونسل اور ذات پات کی تنگنائیوں میں محدود نہیں ہے، اس کا پیغام آفاقی اور سب کے لیے ہے اور وہ پوری انسانیت کے مسائل کا حل پیش کرتی ہے، ایک طرف وہ اگر ذکر وعبادت کے طریقے سکھاتی ہے، تو دوسری طرف دیگر ادیان ومذاہب کی تمام انسانی خوبیوں اور شرافتوں کے معیار کو اپنے دامن میں سمیٹنا نہیں بھولتی، وہ انبیاء کے درمیان تفریق وامتیاز کی قائل نہیں، بلکہ سب کا یکساں احترام کرنا سکھاتی ہے، وہ نسل انسانی کے لیے ایک متحدہ مرکز اور ایک پلیٹ فارم رکھتی ہے، اور اس کو ایک ایسی جمعیت میں تبدیل کرنا چاہتی ہے، جو متحد ہو اور یکساں مقاصد کی حامل ہو، پوری کائنات میں اسلام ہی وہ مذہب ہے جو دین ودنیا کے درمیان فرق وامتیاز نہیں کرتا، بلکہ حسب ضرورت جائز حدود میں رہتے ہوئے دونوں سے فائدہ اٹھانے اور دونوں کے حقوق ادا کرنے کی دعوت دیتا ہے، وہ "ما للقیصر لقیصر وما للہ للہ" کے فلسفۂ حیات کو قبول نہیں کرتا۔

اسلام انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے، زندگی کا کوئی گوشہ اسلامی تعلیمات سے محروم نہیں، عبادت ہو، سیاست ہو، معاشیات ہو، اخلاقیات ہو، نباتات ہو، جمادات ہو، تعلیم وتعلم کا میدان ہو، غرضیکہ اسلام میں ہر ایک کے لیے رہنمائی موجود ہے، کیونکہ اسلام ابدی، جامع اور ہمہ گیر متوازن نظام حیات ہے اور یہی جامعیت اس کی کشش کا سبب ہے اور اسی جامعیت کی وجہ سے وہ اس وقت بھی سب سے زیادہ پھیلنے والا دین ہے اور اس کی یہ مقبولیت ہی اس کے مخالفین کے لیے پریشانی اور دشمنی کا سبب ہے۔

☆☆☆☆☆

ظہور قدسی

آستانہ حسن و جمال پر فقیرانہ صدا

آغا شورش کاشمیریؒ

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ کا ذکر کرتے ہوئے ایک انسان کو جوافتخار اور مسرت حاصل ہوتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان الفاظ میں اس کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا ،ذرا غور فرمایئے جس ذات اقدس کی تعریف وثنا خود رب ذوالجلال نے کی ہو،کلام اللہ جس کے اوصاف و محاسن پر بولتا ہو،فرشتے صبح وشام جس پر درود بھیجتے ہوں اور جس کا نام لے لے کر ہر دور میں ہزاروں انسان زندگی کے مختلف گوشوں میں زندہ جاوید ہوگئے ہوں ،اس رحمۃ للعالمین کے بارے میں کوئی شخص اپنے قلم وزبان کی تمام فصاحتیں اور بلاغتیں بھی یکجا کرلے اور ممکن ہوتو آفتاب کے اوراق پر کرنوں کے الفاظ سے مدح وثنا کی عبارتیں بھی لکھتا رہے ،یا مہتاب کی لوح پر ستاروں سے عقیدت وارادت کے نگینے جڑتا رہے،تب بھی حق ادا نہ کرسکے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو کسی بھی انسانی سند کی ضرورت نہیں، حقیقت یہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے انسان اپنے ہی لیے کچھ حاصل کرتا ہے، جس نسبت سے تعلق خاطر ہوگا،اسی نسبت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ایک ایسی متاع بنتا چلا جائے گا کہ زبان و بیان کی دنیا اس کی تصویریں بنا ہی نہیں سکتی ،جن لوگوں نے اوران کی تعداد لامحدود ہے، جس جس واسطے سے سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دی ہے، وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے اپنے دل ودماغ یا روح ونظر کا نذرانہ پیش کرتے وقت اس دربار کی رونق میں کوئی اضافہ کیا ہے، اس نہج پر سوچنا بھی سوء ادب ہے، حقیقت یہ ہے کہ ظہور قدسی سے لے کر آج تک بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے والا ہر شخص اپنے ہی مقام ومرتبہ کی تشکیل کرتا رہا ہے۔

کتنے انسان اس خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت کیا سے کیا ہوگئے، پھر یہ سلسلہ چودہ سو برس سے رکا نہیں ،جاری ہے، آندھیاں آتی رہیں، طوفان اٹھتے رہے، سیلاب موجزن ہوئے، بادلوں نے گرجنا شروع کیا، بجلیاں کوندتی رہیں، صرصر نے صبا کو روکا، خزاں نے بہار کا نشیمن لوٹا، پھول بادسموم کا لقمہ ہوگئے، لیل و نہار کی گردشیں رک گئیں، زمانہ ٹھہرتا رہا، صبح کا چہرہ بارہا اداس ہوا، شام لہولہان ہوگئی، رات کے دل میں خنجر ترازو ہوئے، تاریخ نے پلٹے کھائے، سلطنتیں بن بن بگڑیں، حکومتیں تہس نہس ہوگئیں، عروج وزوال کے سینکڑوں نقشے سامنے آئے، تخت وتاج اچھلتے رہے، انقلاب کا سیل بہتا رہا، سورج نے طلوع وغروب کی ہزاروں پستیاں اور بلندیاں دیکھیں، لیکن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے نوع انسان کی حلقہ بگوشی کا سلسلہ منقطع نہ ہوا، تاریخ اٹھایئے اور ورق پہ ورق پلٹیے، معلوم ہوگا کہ ایک ذات نے چودہ صدیوں میں کروڑوں انسانوں کو نشوونما دی، بالا وبلند کیا، دوام بخشا اور صرف ایک نسبت کی بدولت قیامت تک زندہ کرڈالا، پھر یہ محض عقیدت کی بات نہیں، ارادت کا تذکرہ نہیں، اخلاص کا افسانہ نہیں، شوق کی دھن نہیں، عشق کا راگ نہیں ، حسن کی ثنا نہیں، تعریف کا لہجہ یا ثنا کا زمزمہ نہیں، ہر ایک بات نپی تلی، صاف ستھری اور بولتی چالتی شہادت کے ساتھ موجود ہے۔

اس وقت کرۂ ارضی پر مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہے جوازروئے قرآن تمام انبیاء ومرسلین پر عقیدہ وایمان رکھتی ہے، وہ مختلف قوموں کے ان پیغمبروں کی بھی تصدیق کرتی ہے جن کے بارے میں ان کی پیروکار قومیں صرف قیاسی تذکروں اور ظنی روایتوں پر یقین رکھتی ہیں، جن کی مقدس کتابیں خود ان کے ہاتھوں تحریف کا شکار ہوئی ہیں اور جن کی اصلیتوں میں حک واضافہ ہوا ہے، جن کے مذاہب زمانہ قبل از تاریخ کی نذر ہوگئے، لیکن محمد عربی کا اسلام واحد دین ہے، جس نے تاریخ کی بھی حفاظت کی ہے اور جس کی ایک ایک ادا تاریخ نے محفوظ رکھی ہے۔

کوئی دین اور کوئی پیغمبر تاریخ کی شاہراہ سے اس طرح نہیں گزرا جس طرح ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم گزرے ہیں، تاریخ نے ان کی رکاب تھامی اور علم نے ان کے قدم چومے ہیں، یہ محض دعویٰ نہیں حقیقت ہے، ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اقدس کا اقتضا یہی تھا کہ اس کا ایک ایک لفظ، ایک ایک حرف، ایک شوشہ، ایک ایک نقطہ محفوظ ہوجاتا اور یہ سب کچھ محفوظ ہوگیا، پھر یہ التزام ان کے بارے میں ہی نہیں، بلکہ جن لوگوں نے ان کا ساتھ دیا، جو ان کے ساتھ رہے مثلاً ان کے ساتھ ان کے اہل بیت ،ان کی بیویاں اور ہماری مائیں، ان کے جاں نثار، ان کے خادم اور ہمارے مخدوم حتی کہ ان کے دشمن بھی اپنی تمام کارگزاریوں کے ساتھ تاریخ کے تذکروں میں موجود ہیں، پھر یہ قافلہ آج تک چل رہا ہے، اس قافلے میں جلیل المرتبت صحابہؓ ہیں کہ تاریخ ان کے پاؤں کو بوسہ دے کر نکلتی ہے، تابعین بھی ہیں کہ تذکرے ان کی روایتوں سے جگمگاتے ہیں، تبع تابعین بھی ہیں کہ عقل ان سے عشق کی بھیک مانگتی ہے، ائمہ بھی ہیں کہ شہادت ان کے ساتھ ساتھ چلتی ہے، فقیہ بھی ہیں کہ آستانہ رسالت پر کشکول لے کر کھڑے ہیں، محدث بھی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہونٹوں کے صدائیں چنتے ہیں، عالم بھی ہیں کہ نقوش قدم کے تعاقب میں چلے جاتے ہیں، مشائخ کی بھیڑ ہے، اہل اللہ کا ہجوم ہے، صوفیوں کی جماعت ہے، زاہدوں کی ڈار ہے، عابدوں کا حلقہ ہے، پھر اسی پر اکتفا نہ کیجیے، بڑھتے چلیے ، فاتحین کا لاؤ لشکر ہے، جاں بازوں کی فوج ظفر موج ہے، سپہ سالاروں کا انبوہ ہے، شہنشاہوں کا غول ہے ، کیسے کیسے لوگ خانہ زادوں میں ہیں اور کس کس عجز سے جھکتے چلے جاتے ہیں، زبانوں میں تاثیر ہے تو اس نام سے، قلم میں ولولہ ہے تو اس ذکر سے، زبان میں بانکپن ہے تو اس خیال سے ،دل میں سرور ہے تو اس تصور سے ،دماغ میں حسن ہے تو اس جمال سے، آنکھوں میں نور ہے تو اس ظہور سے ،یہ آج کی دنیا جو سائنس کی بدولت کہاں سے کہاں نکل گئی ہے اور تمام ملکوں کی زمین سمٹ کر ایک ذہنی وفاق بن گئی ہے، بزعم خویش ترقی کی اس منزل میں ہے کہ فکر ونظر کے معیار ہی بدل گئے ہیں، لیکن بڑا انسان بننے کے لیے جن عالمگیر سچائیوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ علم وفلسفہ کی تمام منزلیں قطع کرنے کے باوجود ابھی پرانی ہیں اور اتنی پرانی ہیں جتنی کہ یہ کائنات پرانی ہے، ہمارے زمانہ کے عظیم ترین مغربی مؤرخ فلپ حتی نے یوں ہی نہیں کہا تھا کہ تمام دنیا کی مائیں ہر روز جتنے بچے پیدا کرتی ہیں، ان میں ایک بہت بڑی تعداد ان بچوں کی ہوتی ہے جن کے والدین ان کا نام پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام پر رکھتے ہیں اور اس انداز سے رکھتے ہیں کہ اس میں حلقہ بگوشی کا ناز پایا جاتا ہے، یا پھر یہ نام اس عالیشان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اعزہ واقرباء کے نام پر ہوتے ہیں جو ان کے پیروکار تھے اوران کی بدولت مختلف رشتوں کے باعث زندہ جاوید ہوگئے، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی پیغمبر کو یہ خصوصیت حاصل نہیں ہوئی اور نہ کوئی امت کرۂ ارضی پر ایسی موجود ہے جو اپنے پیغمبر اوران کی آل پر شب وروز کے ہر حصے میں اس تواتر وتسلسل کے ساتھ درود وسلام بھیجتی ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس کج مج بیان کی گنہگار زبان سے اس آستانہ حسن و جمال پر ایک فقیرانہ صدا ہے، عجب نہیں یہی توشۂ آخرت ہو:

سبحان اللہ ما أجملك ما أحسنك ما أكملك۔

☆☆☆☆☆

The Fragrance Of East

ندوۃ العلماء سے شائع ہونے والا انگریزی ماہنامہ "دی فریگرینس آف ایسٹ"
ناظم ندوۃ العلماء **حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ**
کی زیر پرستی پابندی سے ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔
اس رسالہ کو خود پڑھیں اور اپنے حلقہ احباب میں اسے متعارف کرائیں،
سالانہ چندہ =/120 روپے ہے جو بذریعہ منی آرڈر
بینک ڈرافٹ یا All CBS Payable Cheques
"دی فریگرینس آف ایسٹ، ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ، لکھنؤ"
کے پتہ پر ارسال فرمائیں، بصورت دیگر =/30 جوڑ کر چیک دیں۔
رابطہ: منیجر "دی فریگرینس آف ایسٹ"، ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

ذکر رسول

ماہ ربیع الاول اور اس کے تقاضے

مولانا عبدالقادر پٹنی ندوی

اسلامی تقویم کا تیسرا مہینہ ربیع الاول اور چوتھا مہینہ ربیع الثانی ہے، ربیع الثانی کو ربیع الآخر بھی کہتے ہیں، ربیع الاول کا اسلامی تاریخ سے گہرا تعلق ہے، دونوں کو ربیعین کہتے ہیں۔

ربیع کے معنی بہار کے ہیں اور واقعۃً یہ مہینہ عالم کے لیے بہار ثابت ہوا، ایسی بہار جس پر کبھی خزاں کا گذر نہ ہو، یہ ماہ اس نبی آخرالزماں کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہے جس نے ابدی ہلاکت کے گہرے غاروں میں گرنے والی انسانیت کو ہمیشہ کے لیے بچالیا، یہ مہینہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ واُمتہ وسلم کی دنیا میں بابرکت آمد کا مہینہ ہے، جس کی رحمت نے ہر خاص وعام کو اپنے سایہ عاطفت میں لے لیا اور انسانیت کو توحید ورسالت کا ایسا پاکیزہ، مبارک اور طیب عقیدہ دیا جس کا عنوان ہی کلمہ طیبہ ہے اور جس کی دائمی افادیت کاملہ کا شاہد قرآن ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا﴾ (کیا تو نے دیکھا نہیں کیسی بیان کی اللہ تعالیٰ نے ایک مثال، بات صاف ستھری جیسے ایک درخت ستھرا، اس کی جڑ مضبوط ہے اور شاخیں آسمان میں، وہ اپنا پھل ہر وقت پر اپنے رب کے حکم سے لاتا ہے)، یہ مہینہ اس ذات والاصفات کی تشریف آوری کا مہینہ ہے، جس کی دعا سینکڑوں انبیاء کے جدامجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور ان کے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہما السلام نے مرکز توحید، بیت رب العالمین، کعبہ مقدسہ کی تعمیر کے دوران مقبولیت کی خاص الخاص گھڑی میں تھی کہ بیت اللہ کی تعمیر میں باپ بیٹا اپنی زبان مبارک سے کہتے جارہے تھے: ﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ ......﴾ (اے ہمارے رب! ان میں ان ہی کا ایک رسول مبعوث فرما) جس کا نقشہ خود رب العالمین نے اپنی لازوال کتاب میں اس طرح کھینچا ہے: ﴿وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ، رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (اور یاد کرو جب اٹھاتے تھے ابراہیم بنیادیں خانہ کعبہ کی اور اسماعیل، اور دعا کرتے تھے اے ہمارے پروردگار! قبول کر ہم سے، بے شک تو ہی ہے سننے والا اور جاننے والا، اے ہمارے پروردگار! ہم کو اپنا حکم بردار بنا اور ہماری اولاد میں بھی ایک جماعت فرماں بردار بنا، اور ہم کو حج کرنے کے قاعدے بتلا اور ہم کو معاف کر، بے شک تو ہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان، اے ہمارے پروردگار! اور بھیج ان میں ایک رسول ان ہی میں کا کہ پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھلادے ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں اور پاک کرے ان کو، بے شک تو ہی ہے بڑی زبردست، بڑی حکمت والا)، وہ نبی رحمت جس کی آمد کی پیش گوئی حضرت عیسیٰ نے: ﴿مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ (میرے بعد ایک نبی کے آنے کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام احمد ہوگا) کے ذریعہ کی، وہ نبی رحمت جس پر نازل کردہ کتاب کی حفاظت کا ذمہ خود رب العالمین نے یہ فرماتے ہوئے کیا ہو کہ: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (ہم نے قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں)، وہ نبی کامل جس کو غریب، امیر، شاہ، فقیر، دنیادار و دیندار سب کے لیے آئیڈیل قرار دیا گیا، وہ نبی رحمت کاملہ جس کے دین پر خود رحمٰن ورحیم نے مکمل ہونے کی مہر ثبت کردی ہو اور ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کردیا، اور تم پر اپنی نعمت مکمل کردی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کرلیا) کا وہ تمغۂ امتیاز عنایت فرمادیا ہے جس پر ادیان سابقہ کے علماء بس رشک ہی کرتے رہ گئے ہوں، کوئی بھی نبی یا رسول ایسے نہیں جن کی نبوت کے امتیازی اوصاف اس خاتم النبیین کی نبوت میں شامل نہ ہوں ؎

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضاء داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اس نبی آخرالزماں، خاتم النبیین کی تشریف آوری پر انسانیت جس قدر بھی خوش ہو، کم ہے، اور اس کے احسان پر امتنان واحسان مندی کے جذبات کا اظہار کرنا بجا ہے، محب صادق وہی ہے جو محبوب کی محبت سے سرشار ہو اور اس کی ہر ادا پر فدا، سید النبیین والمرسلین محمد رسول اللہ الامین صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) سے بڑھ کر مخلوق میں کون ہے، جو محبت وعشق کا حق رکھتا ہے۔

محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جزو ایمان ہے، ایسی محبت جو جان، مال، عزت وآبرو، اولاد اور سب کی محبت پر غالب ہو، ایسی محبت جس میں اطاعت شعاری بھی آخری درجہ کی ہو، ان المحب لمن یحب یطیع۔

اس محبت میں صدیق اکبر، عمر فاروق، عثمان غنی، علی مرتضیٰ، اصحاب بدر اور اصحاب حنین رضی اللہ عنہم اجمعین کا نمونہ اس کے پیش نظر ہو، یہ وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہوں نے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سب کچھ فنا کر دکھایا اور دیگر صحابہ کرامؓ ہیں جن کے متعلق خالق کائنات ان کی محبت وفدائیت کی تصدیق میں اپنی مقدس کتاب میں یہ فرماتے ہوئے شہادت دی: ﴿مِّنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾ (ان میں بعض اپنی مراد پاچکے اور بعض ابھی انتظار کررہے ہیں اور انہوں نے اپنے ارادہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے)۔

وہ نبی جو ایک طرف تو ﴿إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ (میں تو تمہارے ہی طرح ایک انسان ہوں) کہہ کر اپنی بشریت کاملہ کا اعلان کرتا ہے تو دوسری طرف ﴿إِنَّمَا يُوحَىٰ إِلَيَّ﴾ (بس میرے پاس وحی آتی ہے) کہہ کر اپنی امتیازی شان بھی بتاتا ہے کہ مجھے بشریت کا اعتراف اور عبدیت پر ناز ہے تو وہ اس تمغۂ امتیاز کو بھی سمجھ لو کہ مجھے وحی ونبوت کا وہ شرف بخشا گیا ہے کہ جملہ انبیاء ورسل بھی نفس نبوت میں شرکت کے باوجود اس علو مرتبہ کو نہیں پہنچ پائے، ایک طرف اگر اپنے بارے میں مجھے اس کا اعتراف ہے کہ "لو کنت أعلم الغیب لاستکثرت من الخیر" (اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو بہت سارا خیرو بھلائی اکٹھا کرلیتا) تو دوسری طرف مجھے اس فضل ایزدی پر بھی فخر ہے کہ ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ﴾ (اور آپ کو وہ سب سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے) کے ذریعہ ایسا علم عطا فرمایا کہ جس کی کوئی نظیر نہیں، ایک طرف اگر میرے جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو رب کریم سے مانگتا ہوں تو دوسری طرف زمین وآسمان کے خزانے بھی خدا مجھ پر بخشش دے تو وہ ادنیٰ ذرہ کے مثل ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم فداہ ابی وامی ونفسی ومالی پر ہم اپنا سب کچھ اور خود اپنے کو نچھاور کردیں تو بھی حق کی ادائیگی نہیں ہوسکتی، بلکہ یہ بھی ہماری سعادت اور شرف ہی میں شمار ہوگا۔

ظاہر بات ہے ایسی ذات والاصفات کو جتنا یاد کیا جائے، کم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر کو جتنا بھی عام کیا جائے اس آیت کریمہ ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (اور ہم نے آپ کے تذکرے کو بلند کردیا) سے ادنیٰ وکمتر ہے، دنیا میں کوئی گھنٹہ، کوئی منٹ ایسا نہ گذرتا ہوگا جس میں اذان کے ذریعہ بانگ دہل یہ آواز بلند نہ ہوتی ہو: "اشھد أن لا الہ الا اللّٰہ واشھد أن محمداً رسول اللّٰہ" وہ بھی شہادت توحید کی طرح تکرار کے ساتھ۔

لہٰذا کون ایسا بدبخت ہوگا جو ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منع کرے؟ سوال صرف اتنا ہے کہ ہمارے سامنے سچے عاشقین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد صحابہؓ، عہد تابعین و تبع تابعین، مشائخ کرام، اصحاب سلاسل تصوف رحمہم اللہ کی ایک بڑی جماعت اور جم غفیر ہے، جن کا قولاً وعملاً عشق رسولؐ کا نمونہ ہمارے پاس محفوظ ہے، ہم ان کے نقش قدم پر چل کر ان کی طرح یاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم منائیں یا اپنی طرف سے نت نئے طریقے ایجاد کرکے؟ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب وہ طریقہ ہوگا جو ان پاک ہستیوں نے ہم کو قولاً وعملاً بتایا یا ہمارا مخترع، اپنا ایجاد کردہ طریقہ؟

فیصلہ ہر شخص اور جماعت کو خود کرنا ہے کیونکہ مرنا اور مرکر جواب دینا خود کو ہے نہ کہ دوسروں کو۔

☆☆☆☆☆

سلام کے آداب

ایک مسلمان جب دوسرے مسلمان سے ملاقات کرے تو گفتگو کے آغاز سے پہلے سلام کرے، سلام ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے لیے پہلا تحفہ ہے، جس میں وہ سلامتی، رحمت اور برکت کی اس کو دعا دیتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کو خوب پھیلانے کا حکم دیا، سلام ہر مسلمان کو کرنا چاہیے جن سے ہماری پہچان ہو ان کو بھی اور جن سے ہماری پہچان نہ ہو ان کو بھی، آپس میں سلام کرتے رہنے سے محبت بڑھتی رہتی ہے، "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہنا چاہیے، اس سے نیکیاں ملتی ہیں، سلام میں خود سبقت کرنا چاہیے انتظار نہیں کرنا چاہیے کہ دوسرا ہمیں سلام کرے، گھروں میں داخل ہوتے ہی سلام کرنا چاہیے۔

چھوٹا بڑے کو سلام کرے، چلنے والا بیٹھے ہوئے آدمی کو سلام کرے، نرم لہجہ میں ادب کے ساتھ سلام کرنا چاہیے، کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو، قرآن شریف پڑھ رہا ہو یا کسی سے گفتگو کررہا ہو، وضو یا پیشاب کررہا ہو تو ان حالات میں سلام نہیں کرنا چاہیے۔

☆☆☆

متاع عزیز

وقت زندگی ہے!

عبدالغفار عزیز

مسافر تباہ حال بستی سے گزرا تو پکار اٹھا: اب بھلا اس اوندھے منہ پڑی، کھنڈر بستی کو کیسے دوبارہ زندہ کیا جاسکے گا؟ خالق نے کہا: خود ہی مشاہدہ کرلو فوراً اسے اور اس کی سواری کو موت کی نیند سلا دیا گیا، پورے سو سال مردہ حالت میں گزر گئے، پھر خالق نے اپنی قدرت سے مردہ جسم میں دوبارہ روح پھونکی اور پوچھا: کیا خیال ہے، کتنا عرصہ گزر گیا؟ سو (۱۰۰) سال تک مردہ پڑے رہنے والے مسافر نے کہا: ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ خالق نے بتایا: تم نے پورے سو سال گزار دیے۔ اب میری قدرت کا ایک منظر دیکھو، تمہارا گدھا بھی سو برسوں میں پیوند خاک ہوگیا ہے، لیکن تم اپنے ساتھ جو کھانا لے کر جا رہے تھے وہ جوں کا توں پڑا ہے، باسی تک نہیں ہونے دیا گیا اور اب دیکھو ہم تمہارے گدھے کو کیسے زندہ کرتے ہیں، دیکھتے ہی دیکھتے راکھ بنی، ہڈیوں کا ڈھانچہ کھڑا ہوگیا، پھر ان پر ماس اور چمڑا مڑھ دیا گیا، تازہ دم سواری پھر سے تیار تھی، مسافر پکار اٹھا: پروردگار میں بخوبی جان گیا کہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

سورۂ بقرہ میں تفصیل سے بیان کیے گئے اس واقعے سے کئی اسباق حاصل ہوتے ہیں، لیکن ایک اہم حقیقت جو اس منظر کی طرح دیگر کئی قرآنی مناظر سے بھی واضح ہوتی ہے، یہ ہے کہ گزرا ہوا وقت جتنا بھی طویل کیوں نہ ہو، مختصر ہی محسوس ہوتا ہے، بندہ اس حقیقت کا مشاہدہ و اظہار آخرت میں بھی کرے گا اور قرآن کریم کے الفاظ میں یہی تکرار کرے گا: ”پروردگار ہم تو دنیا میں ایک آدھ ہی دن گزار کر آئے ہیں“۔ ہم تو بس اتنی دیر دنیا میں رہے کہ ایک دوسرے سے تعارف حاصل کرسکے، بس چند ساعتیں ہی گزاری ہیں، صرف چاشت کی کچھ گھڑیاں گزریں، حالانکہ ان سب لوگوں نے معمول کی زندگی گزاری ہوگی اور ان میں سے ایک بڑی تعداد کی پیٹھ پر گناہوں کا خوف ناک انبار لدا ہوگا۔

گزرا وقت مختصر لگنے اور گزرنے والا وقت تیز رفتار ہونے کا مشاہدہ انسان کو دنیا میں بھی ہر وقت ہوتا رہتا ہے، جتنی بھی عمر گزر جائے، آنکھیں بند کرکے دیکھیں تو کل کی بات لگتی ہے، ابتدائی بچپن کی یادیں بھولے بسرے مناظر، لگا ہے اچانک مجسم صورت میں سامنے آن کھڑے ہوتے ہیں، پھر وقت کا حساب کریں تو حیرت ہوتی ہے کہ اچھا! اتنا عرصہ گزر گیا۔

تازہ مثال دیکھ لیجیے، ابھی کل ہی ساری دنیا میں نئی صدی کے آغاز کا غلغلہ تھا، نئے ہزاریے، نئے ملینیم اور اکیسویں صدی کے بارے میں مختلف تجزیے اور تبصرے کیے جا رہے تھے، طرح طرح کے دعوے، خدشے اور منصوبے سامنے آرہے تھے، وقت کی ایک ہی کروٹ میں آج ہم اس صدی کے پہلے ۱۲ سال پورے کرچکے ہیں، یکم جنوری ۲۰۱۳ء میں موجودہ ہر شخص صدی کے بارہ برس مکمل کرچکا ہے، پل جھپکنے میں گزرنے والے اس عرصے کا مطلب ہے کہ ہم میں سے ہر شخص نے ہزاروں دن گزار لیے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ اطلاع دے دی تھی کہ ایک وقت آئے گا کہ سال مہینے کی طرح گزر جائے گا، مہینہ ہفتے کی طرح، ہفتہ ایک دن، ایک ساعت کی طرح گزرتا دکھائی دے گا۔ (احمد و ترمذی)

تیزی سے گزرتا یہ وقت ہی انسان کی سب سے قیمتی متاع ہے، لیکن انسان اسی قیمتی متاع کے بارے میں ہی سب سے زیادہ غافل ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کے مطابق، اللہ کی عطا کردہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں اکثر لوگ دھوکے کا شکار ہیں: ”صحت اور وقت فرصت“۔ صحت کی نعمت بھی اسی وقت قیمتی لگتی ہے جب بندہ اس سے محروم ہونے لگے، ایک عرب محاورہ کے مطابق صحت صحت مندوں کے سر پر ایک ایسا تاج ہے جو صرف بیماروں کو دکھائی دیتا ہے اور وقت کے بارے میں عرب شاعر کہتا ہے ؎

دقات قلب المرء قائلة لہ
ان الحیاۃ دقائق وثوان

(دل کی دھڑکنیں بندہ کو ہر دم سمجھا رہی ہیں کہ زندگی تو فقط یہی منٹ اور سکنڈ ہیں)۔

ہر طلوع ہونے والا دن مخلوق میں منادی کرتا ہے: ”یا ابن آدم انا خلق جدید وعلی عملك شهيد أفتزود مني فاني اذا مضيت لا أعود الی یوم القیامة“ (اے ابن آدم! میں نئی تخلیق ہوں، میں تمہارے عمل پر گواہ بنایا گیا ہوں تم مجھ سے جتنا استفادہ کرسکتے ہو کرلو، میں چلا جاؤں گا تو پھر قیامت تک واپس نہیں لوٹوں گا)۔

صرف یہی نہیں بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتادیا کہ تیزی سے گزرنے والے ان

لمحات کے بارے میں ہر انسان جواب دہ ہوگا، روز محشر کسی شخص کو تب تک قدم نہیں ہٹانے دیے جائیں گے جب تک اس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے کہ جو مہلت عمر تمہیں دی گئی تھی، وہ کہاں فنا کی؟ عرب شاعر پھر یاد دلاتا ہے ؎

یسر المرء ماذهب اللیالی
وکان ذهابهن لہ ذهابا

(بندہ خوش ہوتا ہے کہ روز و شب گزر گئے، حالانکہ ان کا گزرنا خود بندے کا اپنی ہستی سے گزرتے چلے جانا ہے)۔

نئی صدی کے ۱۲ برس پلک جھپکتے مکمل ہوگئے، لیکن اگر سرسری سا جائزہ بھی لیں تو اس دوران عالمی، علاقائی اور ملکی سطح پر بہت بڑی بڑی تبدیلیاں رونما ہوچکی ہیں، نائن الیون کے بعد ایک نئی دنیا وجود میں آچکی ہے، اس نئی دنیا میں الفاظ کے معانی واصطلاحات کے مفہوم اور روایات واقدار سے لے کر، مختلف عالمی بلاک، ملکوں کے نقشے اور اپنے عہد میں سیاہ و سفید کے مالک بہت سے اصحاب اقتدار تک تبدیل ہوچکے ہیں، خود کو سپریم اور عالمی قوت سمجھنے والا امریکا، عراق اور افغانستان میں اپنا نشہ قوت ہرن کرواچکا ہے، یہ اور بات کہ خود فریبی اور جھوٹی انا اب بھی اسے اعتراف جرم و شکست سے روک رہی ہے۔

مختلف معاشی، سیاسی اور معاشرتی بحرانوں کی فہرست طویل ہوسکتی ہے، لیکن تصویر کا دوسرا رخ بھی بہت اہم ہے، اسی عشرے میں مفلوک الحال، بے نوا فلسطینیوں نے مزاحمت، جدوجہد کے الفاظ کو نئے مطالب عطا کیے ہیں، غزہ میں محصور ۱۵ لاکھ فلسطینیوں نے حقوق انسانی کے جھوٹے دعویداروں کے مکروہ چہرے سے مکر و فریب کا پردہ نوچ ڈالا ہے، بچوں، بوڑھوں اور خواتین نے بھی دنیا کو سکھادیا ہے کہ زندگی کی تمام راہیں مسدود کردی جائیں، تب بھی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے سہارے کیسے جیا اور آگے بڑھا جاتا ہے۔

تصویر کے یہ دونوں رخ اور ان کے بہت سارے مزید پہلو بہت اہم ہیں، لیکن ہم اگر مجموعی طور پر دیکھیں تو ملک، قوم اور امت سب سنگین بحرانوں کی دہلیز پر کھڑے ہیں، سوچنے کی بات ہے کہ قوم، ملک اور امت آخر کیسے تشکیل پاتے ہیں؟ کیا افراد کے بغیر بھی کوئی قوم یا امت تشکیل پاسکتی ہے؟ تو پھر کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم سب کو ہمیشہ دوسروں کے سر ذمہ داری ڈالنے اور تباہی کا رونا رو کر بیٹھ جانے کے بجائے، فرداً فرداً میدان میں آنا ہوگا، فرد میں بھی ہوں اور آپ بھی ہیں، آپ کے اہل خانہ، دوست واحباب، اہل محلہ، اہل علاقہ، یہی سب افراد بالآخر قوم اور امت کی تشکیل کرتے ہیں، اگر ہم میں سے ہر فرد سوچے ہر فرد اس بات کا جائزہ لے کہ جتنی عمر گزر گئی اس میں ایک فرد کی حیثیت سے اس نے اصلاح و نجات کی خاطر کیا کیا؟ حالیہ بارہ برس ہی کو دیکھ لیجیے ہم ذرا دیکھیں کہ ان ہزاروں دنوں میں ہم میں سے ہر فرد نے کیا کارنامہ انجام دیا؟ اپنے اور اپنے اردگرد بسنے والے افرد کے دل میں کتنا احساس زیاں پیدا کیا؟ اسی سوال کے جواب میں ہماری بہت سی مصیبتوں کا علاج چھپا ہوا ہے۔

آیئے ۱۲ سال کے اس عرصے کی اہمیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علہ وسلم نے اپنی معروف حدیث میں فرمایا: ”کلمتان خفیفتان علی اللسان، ثقیلتان فی المیزان، حبیبتان الی الرحمن، تملآن مابین السماء والأرض“۔ (دو کلمے ایسے ہیں کہ ادا کرنے میں انتہائی آسان و مختصر، لیکن قیامت کے روز میزان میں انتہائی وزنی، رحمٰن کو انتہائی محبوب اور اپنے اجر وثواب سے زمین و آسمان کے مابین پوری فضا کو بھر دینے والے ہیں اور وہ دو کلمے ہیں: ”سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم“۔ خود کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا محسوس کرکے سکون واطمینان کے ساتھ یہ تسبیح ادا کرنے میں زیادہ سے زیادہ چھ سیکنڈ لگتے ہیں، کیا ہم اندازہ کرسکتے ہیں کہ ۱۰ سال میں ہم رب ذوالجلال سے کیا اور کتنا کچھ حاصل کرسکتے تھے۔

اگر ہم میں سے ہر فرد یہ فیصلہ کرلے کہ اسے صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ بن کر رہنا ہے، اسے سب کی بھلائی چاہنا ہے، سب کے لیے سراسر خیر ثابت ہونا ہے، ہر حرام سے بچنا ہے، رب ذوالجلال، اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی کتاب مجید کی محبت کو دیگر تمام محبتوں پر غالب کردینا ہے، اس کو اپنی تمام ذمہ داریاں تن دہی اور جاں فشانی سے انجام دینا ہے، خود ہی اس راہ پر نہیں چلنا جہاں تک آواز پہنچتی ہے خیر کی اس آواز کو پہنچانا اور عام کرنا ہے، اپنی سب سے قیمتی متاع یعنی وقت کا ایک ایک لمحہ رب کی قربت کا مستحق بننے کی سعی کرنا ہے، اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر امتی یہ پختہ فیصلہ کرلے، پھر اللہ تعالیٰ سے استعانت طلب کرتے ہوئے اس پر عمل شروع کردے تو یقیناً یقیناً یقیناً آنے والا وقت ہمارا ہوگا اور آخرت کی سرخروئی اس سے بھی پہلے یقینی ہوجائے گی۔

☆☆☆☆☆

فقہ و فتاوی

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: مسجد کے احاطہ میں ایک صحن ہے، جس میں فرض نماز نہیں پڑھی جاتی ہے، بلکہ خالی رہتی ہے، اگر وہاں نماز جنازہ پڑھی جائے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟

جواب: صحن مسجد جہاں فرض نماز نہ پڑھی جاتی ہو، وہاں نماز جنازہ بلا کراہت درست ہے۔ [فتاویٰ ہندیہ:۱/۱۶۲]

سوال: ایک قبرستان کافی وسیع ہے، اس کے ایک بڑے حصے میں قبریں نہیں ہیں، لوگ نماز جنازہ اسی میں پڑھتے ہیں، کیا اس میں نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے، بعض لوگ اعتراض کررہے ہیں کہ قبرستان میں نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہیے، شریعت کیا کہتی ہے؟ رہنمائی کریں۔

جواب: قبرستان میں اگر کوئی ایسی جگہ نماز جنازہ کے لیے متعین ہو جہاں قبریں نہ ہوں اور نماز پڑھنے میں قبریں نہ سامنے ہوں اور نہ نمازیوں کے درمیان، تو وہاں بلا کراہت نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے، قبرستان میں وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے، جہاں نمازیوں کے سامنے یا درمیان میں قبریں ہوں۔ [طحطاوی علی مراقی الفلاح ص/۳۲۶]

سوال: عیدگاہ کے احاطہ میں میت رکھنا، اور نماز جنازہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: احاطہ عیدگاہ میں میت رکھنا بھی درست ہے اور نماز جنازہ بھی بلا کراہت درست ہے۔ [حوالہ سابق]

سوال: قبرستان سے قریب ایک شخص کی کھیتی کی زمین ہے، جب کھیتی نہ ہو تو اس میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: دوسرے کے کھیت میں بلا اجازت نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، اور اجازت ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ [حوالہ سابق]

سوال: صحن مسجد میں اگر جگہ تنگ ہو تو کیا نماز جنازہ مسجد کے اندر پڑھ سکتے ہیں؟ اس سلسلہ میں کیا علماء کی آراء مختلف ہیں، واضح طور پر بتائیں؟

جواب: مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں، شوافع کے یہاں بلا عذر مسجد میں نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں، لیکن حنفیہ کے یہاں بلا عذر پڑھنا مکروہ ہے، ہاں! اگر عذر ہو جیسے بارش ہورہی ہو یا جگہ کی تنگی ہو تو اس صورت میں مسجد میں نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔ [ردالمحتار:۲/۲۸۷]

سوال: بعض جگہوں میں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جگہ نہیں ہوتی ہے، اور لوگ سڑک پر نماز جنازہ پڑھ لیتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ جبکہ سڑک پر نماز جنازہ پڑھنے میں راہ گیروں کو دشواری ہوتی ہے اور سڑکوں پر گوبر اور دوسری طرح کی نجاستیں ہوتی ہیں، کیا ان وجوہات کی وجہ سے نماز جنازہ سڑک پر ممنوع نہیں ہوگی؟

جواب: جگہ نہ ہونے کی وجہ سے اگر مجبوراً سڑک پر نماز جنازہ پڑھی جائے تو نماز ہوجائے گی اور اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، سڑکوں پر اگر نجاست ہو تو اس کے خشک ہوجانے اور رنگ و بو زائل ہوجانے کی وجہ سے زمین پاک ہوجاتی ہے اور اگر خشک نہ ہو اور وہ کپڑے پر لگ جائیں تو فقہاء نے ضرورۃً اسے قابل معاف سمجھا ہے اور اس میں نماز ہوجائے گی۔ [ردالمحتار:۱/۵۳۱]

رہا مسئلہ راہ گیروں کی دشواریوں کا تو چونکہ یہ عمل مجبوری میں کیا جارہا ہے، اور دنیا سے جانے والے شخص کے حق کی ادائیگی میں ہورہا ہے، اس لیے زندوں کے لیے تھوڑی دیر کے لیے زحمت برداشت کرنے میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ کبھی کبھی کسی حادثہ کی وجہ سے سڑک پر جام لگ جانے کی صورت میں دشواریاں ہوتی ہیں اور لوگ اس کو برداشت کرلیتے ہیں۔

سوال: نماز جنازہ کے وقت پاؤں سے چپل جوتے اتارنا کیا ضروری ہے یا پہنے ہوئے بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

جواب: کبھی کبھی جوتے چپل کے نیچے کی سطح میں نجاست لگی ہوتی ہے، اس لیے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ جوتے چپل اتار کر نماز جنازہ پڑھی جائے، لیکن اگر نہ اتارے جائیں اور جوتے چپل پاک ہوں، کوئی ناپاکی لگی نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، صحیح بخاری کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جوتے سمیت نماز پڑھنا ثابت ہے۔ [صحیح البخاری:۱/۵۶، باب الصلاۃ فی النعال]

سوال: کیا ایک میت کی نماز جنازہ کئی بار پڑھی جاسکتی ہے؟

جواب: اگر ولی نے نماز نہ پڑھی ہو تو اس کے نماز پڑھنے تک ایک سے زیادہ مرتبہ نماز جنازہ ادا کی جاسکتی ہے۔ [ردالمحتار:۳/۱۲۴]

☆☆☆☆☆

نبی رحمت

رحمت دوعالم ﷺ کی شفقت ومحبت

ادارہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد نرم دل تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بہت جلد نم اور اشکبار ہوجاتیں، کمزور لوگوں اور بے زبان جانوروں تک کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرمی کا حکم فرماتے تھے، شداد بن اوسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے اور نرم برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے اگر قتل بھی کرو تو اچھی طرح کرو، ذبح کرو تو اچھی طرح کرو، تم میں سے ذبح کرنا چاہے وہ اپنی چھری پہلے تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو آرام دے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک بکری زمین پر ذبح کرنے کے لیے لٹائی، اس کے بعد چھری تیز کرنا شروع کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا کیا تم اس کو دوبارہ مارنا چاہتے ہو؟ اس کو لٹانے سے پہلے تم نے چھری تیز کیوں نہ کرلی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو جانوروں کو چارہ پانی دینے کی ہدایت فرمائی اور ان کو پریشان کرنے اور ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے کی ممانعت کی اور جانوروں کی تکلیف دور کرنے اور ان کو آرام پہنچانے کو باعث اجر وثواب اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ قرار دیا اور اس کے فضائل بیان فرمائے۔

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ ایک شخص کہیں سفر پر تھا، راستہ میں اس کو سخت پیاس لگی، سامنے ایک کنواں نظر آیا، وہ اس میں اتر گیا جب باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا ہے، اس نے اپنے دل میں کہا کہ پیاس سے جو میرا حال ہورہا تھا یہی اس کا بھی ہے، وہ کنویں میں اترا اپنے چمڑے کے موزے پانی سے بھرے، پھر اپنے دانتوں سے ان کو دبایا اور اوپر آکر کتے کو پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو قبول فرمایا اور اس کی مغفرت فرمادی۔

لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بہائم اور جانوروں کے معاملے میں بھی اجر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر اس مخلوق میں جو تر وتازہ جگر رکھتی ہے، اجر ہے۔

عبداللہ بن عمر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ایک عورت کو صرف اس بات پر عذاب دیا گیا کہ اس نے اپنی بلی کو کھانا پانی دیا اور نہ اس کو چھوڑا کہ وہ حشرات الارض ہی سے اپنا پیٹ بھرلے۔

سہیل بن عمروؓ (ایک روایت میں ہے سہیل بن الربیع بن عمروؓ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک ایسے اونٹ پر ہوا جس کی پیٹھ لاغری کی وجہ سے اس کے پیٹ میں لگ گئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان بے زبان جانوروں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے خوف کرو، ان پر سواری کرو تو اچھی طرح، ان کو ذبح کرکے ان کا گوشت استعمال کرو تو اس حالت میں کہ وہ اچھی حالت میں ہوں۔

عبداللہ بن جعفرؓ بیان کرتے ہیں کہ "رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے احاطہ میں داخل ہوئے، اس میں ایک اونٹ تھا، اس نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بلبلانے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب تشریف لائے اور اس کے کوہان اور کنپٹیوں پر اپنا دست مبارک پھیرا، اس سے سکون ہوگیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ایک انصاری نوجوان آیا اور اس نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میرا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس جانور کے معاملے میں جس کا مالک اللہ تعالیٰ نے تم کو بنایا ہے، اللہ سے ڈرتے نہیں، وہ مجھ سے شکایت کررہا تھا کہ تم اس کو تکلیف دیتے ہو اور ہر وقت کام میں لگائے رکھتے ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر تم کسی سرسبز جگہ جاؤ تو اونٹوں کو زمین پر ان کے حق سے محروم نہ کرو اور اگر خشک زمین میں جاؤ تو وہاں تیز چلو، رات کو پڑاؤ ڈالنا ہو تو راستہ پر نہ ڈالو، اس لیے کہ وہاں جانوروں کی آمد و رفت رہتی ہے اور کیڑے مکوڑے وہاں پناہ لیتے ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ آپ ایک ضرورت کے لیے وہاں سے تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے گئے، اس درمیان ہم نے ایک چھوٹی چڑیا دیکھی، اس کے ساتھ دو بچے تھے، ہم نے دونوں بچے لے لیے، وہ یہ دیکھ کر اپنے پروں کو پھڑپھڑانے لگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے

اور پوچھا کہ کس نے اس کے بچے چھین کر اس کو تکلیف پہنچائی ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے بچے واپس کرو۔ یہاں ہم نے چیونٹیوں کی ایک آبادی دیکھی اور اس کو جلا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو کس نے جلایا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم لوگوں نے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: آگ سے عذاب دینے کا حق صرف آگ کے رب کو ہے۔ خادم، نوکر اور مزدور کے ساتھ جو انسانوں کی طرح انسان ہیں اور جن کا اپنے مالک اور آقا پر احسان ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن سلوک کی جو تعلیم دی ہے، وہ اس کے علاوہ ہے، جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو تم کھاتے ہو وہی ان کو کھلاؤ، جو تم پہنتے ہو وہی ان کو پہناؤ، اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو عذاب میں مبتلا نہ کرو جس کو اللہ نے تمہارے ماتحت کیا ہے، یہ تمہارے بھائی تمہارے خادم اور مددگار ہیں، جس کا بھائی اس کا ماتحت ہو، اس کو چاہیے کہ جو خود کھاتا ہے وہی اس کو کھلائے، جو خود پہنتا ہے وہی اس کو پہنائے، ان کے سپرد ایسا کام نہ کرے جو ان کی طاقت سے باہر ہو، اگر ایسا کرنا ہی پڑے تو پھر ان کا ہاتھ بٹاؤ۔

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا کہ میں اپنے نوکر کو ایک دن میں کتنی مرتبہ معاف کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ستر مرتبہ۔ وہی بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو۔

☆☆☆☆☆

مسابقہ مقالہ نویسی ۲۰۱۳ء

ادارہ علوم القرآن، علی گڑھ ملکی سطح پر طلبہ اور دانشوران کو مقالہ نویسی کے مسابقہ میں شرکت کی دعوت دیتا ہے، اس میں کامیاب شرکاء کو نقد انعامات کے علاوہ ہر شریک کو توصیفی سند دی جائے گی۔

گروپ A مدارس وعصری جامعات کے مسلم طلبہ

موضوع: مومن قرآن کے آئینہ میں

پہلا انعام 10,000/- دوسرا انعام 8000/- تیسرا انعام 6000/-

دس تشجیعی انعام

گروپ B غیر مسلم اسکالر ودانشوران

موضوع: توحید کا تصور-قرآن اور وید میں

پہلا انعام-/20,000 دوسرا انعام-/15,000 تیسرا انعام-/12,000

اصول وشرائط:

☆-خواہش مند حضرات ۲۸/فروری ۲۰۱۳ء تک رجسٹریشن کرالیں، اس کے لیے بذریعہ خط یا ای میل نام، مشغلہ، پتہ اور فون نمبر سے مطلع کرنا ضروری ہے۔

☆-مقالہ جمع کرنے کی آخری تاریخ ۳۱/مئی ۲۰۱۳ء ہے۔

☆-مقالہ اردو، عربی، انگریزی یا ہندی زبان میں لکھا جاسکتا ہے۔

☆-گروپ A کا مقالہ A4 سائز کے 20 تا 30 صفحات کے درمیان ہونا چاہیے، جو زیادہ سے زیادہ پندرہ ہزار الفاظ پر مشتمل ہو اور گروپ B کا مقالہ 30 تا 40 صفحات کے درمیان ہونا چاہیے جو زیادہ سے زیادہ بیس ہزار الفاظ پر مشتمل ہو، الفاظ اور صفحات کی تحدید کا لحاظ ضروری ہے۔

☆-مقالہ نگار سرورق پر نام و پتہ اس طرح لکھیں کہ اسے علیحدہ کیا جاسکے نیز مقالہ کے اندر ایسا کوئی نشان نہ چھوڑیں جس سے مقالہ نگار کی شناخت ہوسکے۔

☆-مقالہ قرآنی آیات سے بھرپور استدلال کے ساتھ قدیم وجدید تحقیقی مصادر سے استفادہ اور ان کے حوالہ وتجزیہ پر مشتمل ہونا چاہیے۔

پروفیسر اشتیاق احمد ظلی
صدر

ڈاکٹر صفدر سلطان اصلاحی
کنوینز مسابقہ

ادارہ علوم القرآن، پوسٹ بکس نمبر 99، شبلی باغ، علی گڑھ 202002
alquran85@gmail.com
Phon: 0571-2720311

ایک جائزہ

تہذیب جدید اور اس کے اثرات

محمد وثیق ندوی

اس عالم رنگ وبو میں انسان کی فکری یا مادی ترقی کو تہذیب (Civilization) کہا جاتا ہے، اس لحاظ سے تہذیب کا دائرہ ادبی، نظریاتی، عقلی، فلسفیانہ اور سائنسی تحقیقات سے لے کر ان تمام وسائل وایجادات، برق وبخارات اور صنعتی ترقیوں تک پھیلا ہوا ہے جن کی مدد سے انسانی معاشرہ نے زندگی میں ترقی، مادی تنظیم اور اجتماعی خوشحالی کے نئے نئے آفاق وگوشے تلاش لیے ہیں، تہذیب کے اس وسیع مفہوم میں وہ نظریات وافکار اور نظامہائے زندگی بھی شامل ہیں جن سے سماج کے ڈھانچے کو مضبوط کیا جاتا ہے اور اس کے مقاصد کو بروئے کار لایا جاتا ہے۔

تہذیب کا مقصد انسانی زندگی کے فکری، عقلی، مادی، عملی، معاشی، ذہنی، اخلاقی، انفرادی اور اجتماعی پہلوؤں کو بہتری اور بلندی کی طرف لے جانا ہے، اور بہترین اور تعمیری تہذیب وہ ہے جو ان تمام پہلوؤں کو ایک تناسب کے ساتھ صحیح سمت پر لگائے اور سب کو بہتری اور خوبی عطا کرے۔

تہذیب اور ترقی کا پیمانہ مادی مصنوعات، مختلف علوم، سائنسی اکتشافات واختراعات، برقی تجلیات وایجادات اور صنعتی انقلاب نہیں ہے، بلکہ تہذیب کا پیمانہ انسان کی بہتری اور ابتری ہے کہ وہ اس سے کتنا متاثر ہوا ہے، اس کو اخلاق وکردار کی آبیاری اور بہتر تشکیل میں استعمال کیا ہے یا بگاڑ و فساد میں، اپنی انسانی خصوصیات کو جو اسے حیوان سے ممتاز کرتی ہیں، کہاں تک پروان چڑھا سکا ہے، اور انسان کی قدر وقیمت نئے نئے ترقی یافتہ وسائل کے حصول میں نہیں ہے؛ بلکہ اس کی قدر وقیمت یہ ہے کہ وہ ان ترقی یافتہ وسائل سے اپنے احساسات وجذبات اور اپنے عقل وشعور کو صحیح خطوط پر تعمیر کرنے میں کہاں تک فائدہ اٹھا سکا ہے۔ [الشباب المسلم والحضارة الغربية، از: حسن حسن سلیمان، ص: ۱۵]

کسی بھی انسانی معاشرہ کی صحیح خطوط پر تشکیل و تعمیر میں "قدریں" (Values) اہم رول ادا کرتی ہیں، معاشرہ اپنے ارتقائی منازل میں ضروری قدروں کو اپناتا اور غیر ضروری قدروں کو ترک کرتا جاتا ہے؛ لیکن کچھ بنیادی اور مشترک قدریں ایسی ہوتی ہیں جو ابتدائے آفرینش سے ہر معاشرہ میں اپنائی جاتی رہی ہیں اور ان کو اختیار کر کے ہی معاشرہ حقیقی ترقی کرتا ہے، اسی سے معاشرہ میں نظم واستحکام برقرار رہتا ہے اور یہی افراد کی فلاح وبہبود کا ضامن ہوتی ہیں۔

لیکن گزشتہ چند صدیوں سے مغربی تہذیب و تمدن کے غلبہ کی وجہ سے بنیادی اور اخلاقی قدریں یکسر بدل گئی ہیں؛ جس کے نتیجہ میں انسانی معاشرہ میں انتشار وانانیت، جنسی انارکی اور اخلاقی بے راہ روی پھیل گئی، اخلاقی قدروں کی ناقدری اور ان سے غفلت وبے توجہی برتتے ہوئے صرف جنس، پیٹ، مادی خوشحالی اور دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لیا گیا، مادی دنیا سے بلند ہو کر دوسری دنیا کے بارے میں سوچنے اور جسمانی تقاضوں سے ہٹ کر روح کی ضروریات کا احساس وادراک ہی سلب ہو گیا، حق و صداقت، علم وفضل، بلند انسانی اقدار، انسان کی قدر وقیمت اور شرافت وغیرہ کا معیار سب کچھ تبدیل ہو گیا، دولت واقتدار ہی انسان کا پیمانہ بن گیا، حیوانیت ودرندگی کے مناظر عام ہو گئے، عریانیت وفحاشی، حرص وہوس، قتل وغارتگری، مکاری وخیانت، بے وفائی وبے ایمانی، رشوت خوری وسودخوری، لذت کوشی، شراب نوشی، اور جرائم وتشدد کا دور دورہ ہو گیا، سماج سے شرم وحیاء، عفت و پاکدامنی، امن وسلامتی، امانت داری ووفاداری اور رشتہ ازدواج کا تقدس جیسی بنیادی اخلاقی قدریں عنقا ہو گئیں، انسان کی ساری سرگرمیوں اور صلاحیتوں کا مرکز ومحور ہی دنیا اور سامان دنیا بن گیا اور سامانِ دنیا سے محرومی کو اتنی بڑی محرومی سمجھا جانے لگا کہ اس کی وجہ سے انسانی معاشرہ میں ڈپریشن، مایوسی، زندگی سے بیزاری اور خودکشی کے رجحانات غالب ہو گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تہذیب جدید وتمدن نے قافلہ انسانیت کو معاشی واجتماعی ترقی کی راہ پر رواں دواں کر کے حیرت انگیز مرحلہ میں پہونچا دیا ہے، آج کا انسان صنعتی انقلاب کے دور میں داخل ہو چکا ہے، عظیم علمی، سائنسی اور جدید ٹیکنالوجی قوتوں سے آراستہ ہو چکا ہے، ہر روز اپنے آفتاب فکر کی شعاعوں سے مشکلات وضروریات زندگی کی تاریکیوں کو دور کر رہا ہے، کل انسان اپنی ناتوانی و بے مائیگی کی وجہ سے جن مشکلات سے دوچار تھا، صنعتی انقلاب وعلمی ترقی نے ان کا زیادہ تر حصہ ختم کر دیا ہے، کیونکہ علم ودانش کی ترقی نے انسان کی

مشقت کا زیادہ تر بوجھ صنعتی مشینوں کے کندھے پر ڈال دیا ہے اور خود انسان ہلکا پھلکا ہو کر لذات زندگی سے نفع اٹھا رہا ہے، اسی طرح عظیم وفوق العادۃ اکتشافات اور برق وبخارات کی ایجاد سے پہلے کشتیوں کا دارومدار ہواؤں کے رحم وکرم پر تھا، لیکن آج برق وبخار سے چلنے والی مشینوں کے فضل سے بحر وقیانوس انسان کے زیر تصرف ہے، آج نقل وحمل، مواصلات اور سفر کے لیے چوپایوں کی ضرورت نہیں؛ بلکہ بڑی بڑی بسیں، کاریں، تیز رفتار ٹرینیں اور کوہ پیکر ہوائی جہازوں نے اس مشکل کو آسان کردیا ہے، دور دراز کا سفر گھنٹوں اور منٹوں میں انجام پانے لگا ہے، آج فکر بشر وسیع وعریض زمین ہی تک محدود نہیں رہی ہے؛ بلکہ آفاق زمین سے گزر کر تسخیر کرات میں مشغول ہے، آسمانوں کی بلندی اور دریاؤں کی گہرائی، فکرِ بشر کی جولان بن گئی ہے، اور جدید انفارمیشن ٹیکنالوجی، سیٹلائٹ سسٹم اور جدید ترقی یافتہ ذرائع مواصلات کے طفیل میں حدود وثغور کے فاصلے مٹ گئے ہیں اور مسافتیں سمٹ کر پوری دنیا ایک گاؤں میں سمٹ آئی ہے، اور گھر بیٹھے ساری ضروریات پوری ہو رہی ہیں، مختصر یہ کہ ترقی یافتہ مغربی دنیا نے انسانوں کو جن ایجادات ومصنوعات سے روشناس کرایا ہے، وہ چشم پوشی کے قابل نہیں ہیں، ان کا بہر حال اعتراف کرنا پڑے گا اور کوئی بھی شخص ان چیزوں کی اہمیت کا انکار نہیں کرسکتا۔

لیکن مغربی تہذیب وتمدن جہاں انسان کے لیے قیمتی تحائف لے کر آیا ہے، اسی کے ساتھ ساتھ ایک ایسا مہلک وبے مہار نظام بھی لایا ہے، جو اپنے دامن میں ہزاروں ہولناک جرائم ومفاسد لیے ہوئے ہے، بے لگام خواہشات نفس نے روح کے تار و پود بکھیر دیے ہیں، انسانوں سے آسائش فکری وروحانی اور اطمینانِ قلب چھین لیا ہے، مغربی تہذیب وتمدن میں علم نے حیات معنوی کے محیط میں کوئی چراغ روشن کرنے کے بجائے اس کی تیرگی وتاریکی کو کئی گنا بڑھا دیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مغرب نے تہذیب وتمدن کا جو تصور دیا ہے اس کی بنیاد مادیت اور لادینیت ہے، جس میں روحانی واخلاقی قدروں (Values) کو یکسر فراموش کردیا گیا ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو؟ جو قوم ''فیضان سماوی'' سے محروم ہو اس کے کمالات کی حد برق وبخارات تک ہی محدود رہتی ہے ؎

وہ قوم کہ فیضان سماوی سے ہو محروم
حد اس کے کمالات کی ہے برق وبخارات

اس تہذیب کے ابتدائی خدوخال کو دیکھ کر ہی شاعر مشرق علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے یہ پیشین گوئی کردی تھی کہ ؎

وہ فکر گستاخ جس نے عریاں کیا فطرت کی طاقتوں کو
اسی کی بیتاب بجلیوں سے خطرہ میں ہے اس کا آشیانہ

آج یہ پیشین گوئی حرب بحرف سچ ثابت ہو رہی ہے، کہ مذہب بیزار اور ملحدانہ مادی تہذیب وتمدن نے مغرب بلکہ پوری دنیائے انسانیت کو بربادی اور بربریت کے مہیب غار میں دھکیل دیا ہے۔ ڈاکٹر الکسس کیرل (Alexis Carrel) نے لکھا ہے:

''تہذیب جدید (مغربی تہذیب وتمدن) نے انسانوں کو مذہبی اصولوں اور پاکی کی عائد کردہ تنظیمات سے آزاد کردیا ہے، اور یہ انہیں ہر ممکنہ طریقہ سے حصول زر کی ترغیب دیتی ہے، موجودہ طرز زندگی، انسانوں کو اکثر وبیشتر جنسی خواہشات میں مبتلا کرتی ہے اور جنسی بھوک کی آسان تسکین فراہم کرتی ہے، یہ مسلسل کوشش، تنظیم، جدوجہد اور ہر اس چیز سے نجات دلاتی ہے جس میں مشکلات اور محنت ہو''۔ [مغربی تہذیب انحطاط کی شاہراہ پر، از: اکرام اللہ، ص/۷]

تہذیب جدید کے عناصر

تہذیب جدید کی تشکیل میں جن فلاسفروں، دانشوروں اور ماہرین نفسیات نے کام کیا ہے، ان میں ایسے تو ہزاروں ماہرین شامل ہیں، لیکن بالخصوص ڈارون (۱۸۰۹ء-۱۸۸۲ء)، میکڈوگل (۱۸۷۱-۱۹۳۸ء)، فرائیڈ (۱۸۵۶- ۱۹۳۹ء)، ایڈلر (۱۸۷۰- ۱۹۳۷ء) اور کارل مارکس (۱۸۱۸-۱۸۸۳ء) جیسے ماہرین کی تحقیقاتِ فکر کو بنیادی عمل دخل حاصل ہے۔

☆ ڈارون (Darwin) نے انسان کو ''حیوان مطلق'' بتایا ہے، اس کے ''نظریہ ارتقا'' کے مطابق زندگی کی ابتداء سے مسلسل ارتقا ہوتی رہتی ہے، جس سے مختلف اجسام کے حیوانات وجود میں آتے ہیں، اور اسی ارتقا کے نتیجہ میں زمین پر انسان کا ظہور ہوا ہے، ڈارون کا خیال ہے کہ ہر جاندار کی نسل کے افراد کی جسمانی بناوٹ اور شکل وشباہت میں کسی نہ کسی وجہ سے معمولی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں، اور حیوانات کا ارتقا کسی مقصد اور مدعا کے بغیر حالات زندگی کے تقاضے سے محض اتفاقی طور پر خود بخود ہوتا رہتا ہے۔

اس نظریۂ ارتقا کے نتائج یہ ہیں کہ کائنات میں کہیں بھی کوئی سوچی سمجھی ہوئی تجویز کام نہیں کر رہی ہے، قدرت کی طاقتیں اندھا دھند اپنا کام کیے جا رہی ہیں، اور ان کو اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں کہ دنیا کدھر جاتی ہے، اور اس کا کیا بنتا ہے، خود انسان کا وجود بھی اس کی عقل، ضمیر اور محبت سمیت محض ایک اتفاق ہے، مذہب، اخلاق، علم، فلسفہ،

سیاست اور ہنر سب حیوانی خواہشات کے عمل اور ردعمل کا نتیجہ ہیں اور کائنات کی تخلیق میں کسی قادر مطلق ہستی کو کوئی عمل دخل حاصل نہیں۔

اس نظریہ نے انسان کے حیوان کی ترقی یافتہ صورت ہونے کے سلسلہ میں اہل مغرب کے ذہن ومزاج کی تشکیل میں جو کردار ادا کیا وہ فیصلہ کن کردار ہے، حیوان کی ارتقا یافتہ صورت ہونے کا جو نقشہ ذہنوں میں بیٹھ چکا ہے، جدید تحقیق اس کے اثرات کو زائل کرنے میں بری طرح ناکام ہے۔

☆ دوسرا نظریہ جس نے اہل مغرب کی گمراہی اور ان کی تہذیب کو حیوانی تہذیب کی صورت دینے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے، وہ میکڈوگل (William Mcdougal) کا نظریۂ ''جبلیت'' ہے، جو مغرب کی ساری یونیورسٹیوں میں پڑھایا جاتا ہے، بلکہ عالم اسلام کی یونیورسٹیوں میں شامل نصاب ہے، میکڈوگل نے اپنا نظریہ اپنی کتاب ''سوشل سائیکالوجی'' میں پیش کیا ہے۔

میکڈوگل کہتا ہے کہ انسان ایک حیوان ہے، جس کا کوئی فعل ایسا نہیں، جو اس کی کسی نہ کسی جبلت کے تقاضا سے سرزد نہ ہوتا ہو، جب تک انسان کو کوئی جبلت نہ اکسائے وہ نہ کوئی کام کرتا ہے اور نہ ہی کسی کام کے متعلق سوچ سکتا ہے، اور جبلت کیا ہے؟۔ کسی خاص سمت میں عمل کرنے کے ایک فطری دباؤ کا نام ہے، یہ دباؤ قدرت نے جسم اور دماغ کی مادی ساخت میں رکھا ہے اور انسان کے اندر وہی جبلتیں کام کرتی ہیں جو حیوانات کے اندر موجود ہیں، بھوک، غصہ، جنسیت، فرار حیوانی انسانی جبلتوں کی مثالیں ہیں۔ ہر جبلتی خواہش کے عمل میں ایک خاص جذباتی کیفیت موجود رہتی ہے، ہر جبلت ایک اندرونی یا بیرونی ترغیب کے تحت عمل کرتی ہے، پھر جبلتی خواہش کی تکمیل اور تشفی انسان کے لیے ایک خاص قسم کی خوشی اور لذت کا موجب ہوتی ہے۔

☆ تیسرا نظریہ جس نے مغرب کو بری طرح متاثر کیا ہے، اور اس کی تہذیب کو مادی ودجالی تہذیب کی شکل دینے میں کامیابی حاصل کی ہے، وہ فرائڈ (Freud) کا نظریہ ''جنسیت'' ہے، مغرب کی ساری دنیا اس نظریہ کی صحت کو تسلیم کرکے بے لاگ جنسی آزادی اور جانوروں کی طرح جنسی ملاپ کی راہ پر گامزن ہے، اور وہ ساری دنیا کو جنس پرستی کے رنگ میں رنگنا چاہتی ہے۔

فرائڈ کہتا ہے: انسانی نفس صرف وہی نہیں، جسے ہم شعور کہتے ہیں، اور جس کی مدد سے سوچتے، جانتے اور محسوس کرتے اور گردوپیش کے حالات میں تغیر کے قابل سمجھتے ہیں، بلکہ انسانی نفس کا ایک حصہ ایسا بھی ہے جو ہمارے شعور کی سطح کے نیچے موجود ہے۔

یہ حصہ جسے فرائڈ ''تحت الشعور'' یا ''لاشعور'' کا نام دیتا ہے، اس کے خیال میں شخصیتِ انسانی کا بہت بڑا حصہ؛ بلکہ انسان کی ساری شخصیت یہ ''لاشعور'' ہی ہے، اور شعور اسی کا ایک جزء ہے جو بیرونی دنیا کا جائزہ لینے کے لیے اوپر ابھر آیا ہے، شعور کو لاشعور سے وہی تعلق ہے جو سمندر کی جھاگ کو سمندر سے ہے؛ کیونکہ شعور کے تمام جذبات، محسوسات اور خیالات لاشعور ہی سے آتے ہیں۔

''لاشعور'' میں ایک طوفانِ تمنا ہر وقت برپا رہتا ہے، اور یہ تمنا ایک زبردست جنسی خواہش ہے جسے ہر عورت اور مرد کا لاشعور آخری حد تک مطمئن کرنا چاہتا ہے، لیکن لاشعور اپنی جنسی خواہشات کو شعور کے ذریعہ سے پورا کرسکتا ہے، لہٰذا وہ شعور کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ان کی تسکین کا انتظام کرے، اگرچہ شعور جو لاشعور ہی کا ایک حصہ اور اسی کی پیداوار ہے، لاشعور کی خواہشات کو پورا کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہے، تاہم اکثر اوقات انہیں پورا کرنے سے قاصر رہ جاتا ہے، جو اسے خواہشات کی تکمیل سے روکتا ہے۔

فرائڈ کہتا ہے کہ ''انسان اپنی پیدائش کے وقت سے اپنا لاشعور اپنے ساتھ لے کر آتا ہے، اس لیے اس کی جنسی خواہشات کا عمل بچپن ہی سے شروع ہوجاتا ہے، جب کہ عام خیال یہ ہے کہ جنسی خواہشات جوانی میں پیدا ہوتی ہیں، اس اعتراض کو رفع کرنے کے لیے فرائڈ کہتا ہے کہ بچے کا انگوٹھا چوسنا یا بول وبراز خارج کرنا، بچے کے جنسی افعال ہیں، جن سے اس کو جنسی لذت حاصل ہوتی ہے۔

فرائڈ کے نزدیک انسان ایک مغلوب الشہوات حیوان ہے، جسے قدرت نے ذیل کے تین طریقوں میں سے ایک طریقہ کے اختیار کرنے پر مجبور کر رکھا ہے:

۱۔ وہ اپنے ''لاشعور'' کی حد درجہ شرمناک جنسی خواہشات کو پوری آزادی اور بے حیائی سے مطمئن کرے، چاہے اسے کتنا ہی برا سمجھے، لیکن اسے کوشش کرنی چاہیے کہ وہ سماج کی پروا نہ کرے۔

۲۔ وہ سماج کے خوف سے اپنی طاقت ور جنسی خواہشات کو ہمت سے دبا دے اور پھر تشویش، ہسٹریا، جنون، خوف اور پریشانی وغیرہ دماغی امراض میں مبتلا ہوجائے۔

۳۔ وہ اپنی جنسی خواہشات کے بجائے مذہب، اخلاق، علم اور ہنر جیسی سرگرمیوں سے اپنے آپ کو دھوکہ دیتا رہے اور اسے یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ چیزیں وہم سے زیادہ حیثیت کی حامل

نہیں، اور ان کی اپنی کوئی قدر و قیمت نہیں، سوائے اس کہ وہ اس کے دکھے ہوئے دل کو فریب میں مبتلا کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔

☆چوتھا نظریہ جس نے مغرب کو ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے اور "طاقت کا حصول ہی زندگی کا نصب العین ہے" کی راہ پر لگایا ہے، وہ ایڈلر (Alfred Adle) کا نظریہ "احساس برتری" ہے۔ ایڈلر، فرائڈ کا شاگرد ہے، لیکن جذبہ لاشعور کی نوعیت کے بارے میں فرائڈ سے اختلاف کیا ہے۔ ایڈلر کا خیال ہے کہ انسان کے لاشعور کے اندر ہر وقت جس خواہش کا طوفان برپا ہے، وہ جنسی جذبہ نہیں، بلکہ دوسروں پر برتری حاصل کرنے کا طوفان ہے، تاہم وہ فرائڈ کی طرح مذہب، اخلاق، فلسفہ، علم، ہنر اور انسان کی دوسری اعلی سرگرمیوں کو واہمہ سمجھتا ہے، اور ان کو سماج کی اختراعات قرار دیتا ہے، اور ان کی اہمیت اور قدر و قیمت کو فرضی سمجھتا ہے، اس کے نزدیک انسان کی زندگی کی ساری تگ و دو کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو دوسروں پر غالب کرے۔

پانچواں نظریہ جس نے مغربی دنیا کو الحاد و لادینیت کے دلدل میں پھینک دیا، وہ کارل مارکس (Karl Marx) کا نظریہ اشتراکیت ہے، اس نظریہ نے انسان کو مادہ اور اقتصادی عوامل کے سامنے سرنگوں کردیا، مارکس کا اصول معاشی تقدیر و تنظیم ہے، یہ اصول بتلاتا ہے کہ انسان کا معاشی نظام ہمیشہ ان کی مالی ضروریات پر مبنی ہوتا ہے، اور یہی نظام ان کے ادب، اخلاقیات، مذہب، نیز نظام حکومت کا خالق ہوتا ہے، آج جو نظریۂ زندگی اس زمانہ پر مستولی اور غالب ہے، وہ یہی اقتصادی نظریہ اور ہر معاملہ کو پیٹ اور جیب کے نقطۂ نظر سے دیکھنا اور جانچنا ہے۔

کارل مارکس کہتا ہے کہ دین قوموں کا نشہ اور "افیم" ہے، اور یہ کہ مذہب نام ہے چند من گھڑت قصوں اور کہانیوں کا جنھیں زمین داروں اور سرمایہ داروں نے کسانوں کو بہلانے کے لیے گھڑ لیا، تا کہ آخرت کی نعمتوں اور راحتوں کا جھانسہ دے کر انہیں دنیا کی مشقتوں سے غافل رکھیں۔ مارکس کہتا ہے کہ اخلاق بدلتی اقتصادی حالت کا عکس ہے، یہ کوئی پائدار اور مستقل قدر نہیں ہے۔ اسی طرح مارکس کہتا ہے کہ عورت کو چاہیے کہ وہ باہر نکلے اور مردوں کے شانہ بہ شانہ کام کرے۔

یہ وہ نظریات ہیں جو تہذیب جدید کی روح میں شامل ہیں، اور جس سے اس تہذیب کا خمیر تیار ہوا ہے، اسی مادہ پرست تہذیب کو فوجی، سائنسی اور ٹیکنالوجی طاقت و ترقی کے ذریعہ پوری انسانیت پر مسلط کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ [عالم اسلام، دجالی تہذیب کی زد میں، از: محمد موسی بھٹو، ص/۵-۹]

(جاری)

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی جدید و دیدہ زیب طباعت

☆پا جا سراغ زندگی

از حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ

طلبائے علوم نبوت کا منصب و مقام، ملت کی ان سے توقعات، عصر حاضر میں ان کی ذمہ داریاں۔

(کمپوز شدہ، عمدہ طباعت، جدید ایڈیشن)

صفحات: ۲۰۰ قیمت: ۱۰۰

☆پیام انسانیت (اردو، ہندی)

از حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ

پبلک جلسوں کی پانچ تقریریں

جس میں زندگی کے مسائل پر نئے طرز سے سوچنے اور نئے طریقہ پر کوشش کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

صفحات: ۹۱ قیمت: ۵۰

نوٹ: طلباء کے لیے خصوصی رعایت

ناشر: مجلس تحقیقات و نشریات اسلام

پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوۃ العلماء کیمپس، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

Ph No.: 0522-2741539 - Mob No.: 9889378176

Email.airpnadwa@gmail.com

خبر و نظر

عالم اسلام

جاوید اختر ندوی

مکہ مکرمہ میں عہدنبوی کی اشیاء میوزیم میں نمائش کے لیے پیش

ایک صاحب ایمان کے لیے زندگی کے تمام امور میں اس کا مقتدا و پیشوا اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اہل ایمان پر لازم ہے کہ وہ ہر چھوٹے بڑے معاملے میں سیرت نبوی ہی کو اسوہ بنائے، اور ایک سچے مومن کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا اور ایک ایک عمل سے محبت ہوتی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے جس قدر آپ کی حیات مبارکہ کے حالات محفوظ اور مستند ترین ذرائع سے ہر ایک کو دستیاب ہیں، کسی دینی اور مذہبی پیشوا کو یہ خصوصیت حاصل نہیں۔

ایک سچے محب کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز دیکھے جس کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم استعمال کرتے تھے، آپؐ کے کپڑے، آپؐ کے جنگی ہتھیار، آپؐ کے رہن سہن کے بعض سامان جو آج تک محفوظ چلے آرہے ہیں، ان سب کو اب عام نمائش کے لیے پیش کردیا گیا تا کہ ہر شخص اس کی دیدار کرے اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچائے۔

یہ معلوم ہے کہ مکہ مکرمہ ایک مومن کا روحانی مرکز اور قبلہ دیدہ و دل ہے، اس اہم شہر میں "اے نبی! آپ پر سلامتی ہو" کے نام سے ایک میوزیم کا افتتاح کیا گیا ہے، میوزیم میں اسلام کے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ، عہد خلافت راشدہ اور اس کے بعد کے تاریخی ورثے سے متعلق چیزیں نمائش کے لیے رکھی جارہی ہیں، یہ منفرد میوزیم اسلامی تہذیب و ثقافت اور دینی اشیاء کے فروغ کا ایک مرکزی مقام ثابت ہوگا، میوزیم کے ڈپٹی ڈائریکٹر نے بتایا کہ "اے نبی! آپ پر سلامتی ہو" میوزیم کو عہد نبوت کی مکمل دستاویز کا درجہ حاصل ہوگا، جس میں اس سنہرے دور میں استعمال ہونے والی چیزوں کے نمونے رکھے جائیں گے، العربیہ ٹی وی کی رپورٹ کے مطابق میوزیم میں ۱۵۰۰ اشیاء نمائش کے لیے پیش کی گئی ہیں، جن میں آلات حرب و ضرب، گھریلو اشیاء اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اہل مکہ کے گھروں کے نمونے بھی میوزیم میں موجود ہوں گے، رپورٹ میں مزید بتایا گیا ہے کہ میوزیم کی اندرونی دیواروں پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی بڑی بڑی تصاویر اسکرین پر دکھائی جائیں گی، نیز حیات طیبہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مستند شجرہ مبارکہ بھی عام معلومات کے لیے پیش کیا گیا ہے۔

فن لینڈ کے اسکولوں میں بھی اسلامی و دینی نصاب شامل

یورپین ممالک میں مقیم مسلمانوں نے جب وہاں کی حکومتوں کے سامنے اپنے دینی تشخص کی حفاظت کے لیے اسکولز اور کالجز میں دینی مواد شامل کرنے کا دستوری اور قانونی مطالبہ رکھا تو شروع شروع میں ان کو رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا اور طرح طرح کی دشواریاں پیش آئیں، لیکن صحیح دینی جذبہ رکھنے والے اور بالخصوص آئندہ نسل کے تئیں ان کے دین اسلام سے وابستگی کے تعلق سے فکر رکھنے والوں نے اپنی کوششیں جاری رکھیں اور ہمت نہیں ہاریں، بالآخر ان کی کوششیں ثمر آور ثابت ہوئیں اور مقامی حکومتوں نے ان کو آہستہ آہستہ دینی حقوق دینے شروع کردیے ہیں، اس کی ایک مثال فن لینڈ ہے، جہاں مسلم آبادی صرف پچاس ہزار ہے۔

ذرائع ابلاغ کی ایک رپورٹ کے مطابق فن لینڈ کی حکومت نے ملک کے تمام اسکولز میں اسلامی تعلیمات پر مبنی مواد کو تدریس کا حصہ بنانے کا فیصلہ کیا ہے تا کہ موجودہ نسل مسلمانوں اور اسلام کو احسن طریقے سے سمجھ سکے۔

اس مواد میں فی الوقت اسلام کی راہ اور اسلام میں عفو و درگزر جیسی کتابیں شامل کی گئی ہیں اور بڑی جماعت کے طلباء کے لیے جدید کتب کی اشاعت بھی عمل میں لائی جارہی ہے، ان کتابوں کی مرتبہ و مؤلفہ سعادا وسلیکا کا کہنا ہے کہ ہم اسلامی کتب میں ایسا مواد شامل کررہے ہیں، جو اسلامی مزاج و مذاق اور اس کے حدود و نظام کو قائم رکھے ہوئے ہے اور اس کو پڑھنے والا مسلمان یا غیر مسلم ذہن مخلوط ماحول و معاشرہ میں اعتدال پسندی اور حق و انصاف کے ساتھ جینے کے آداب بھی سیکھ لیتا ہے۔

اس کے علاوہ فن لینڈ کی حکومت مقامی ائمہ کرام کے لیے خصوصی دینی تربیتی کورس کا آغاز بھی کررہی ہے، جس کے ذریعے مقامی مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان لسانی اور ثقافتی تعلقات کو مضبوط کرنا اور مسلمانوں میں اس وطنیت کا شعور بیدار کرنا مقصود ہے۔

واضح رہے کہ یورپ کے اس چھوٹے سے ملک کی جملہ آبادی ۵ ملین ہے جن میں مسلمانوں کی تعداد پچاس ہزار کے قریب ہے۔

اقراء اسلامک کمیٹی کے تحت (۱۵) ہزار افراد حلقہ بگوش اسلام

اقراء اسلامک کمیٹی بھی کویت کی ان کمیٹیوں میں شمار ہوتی ہے جو اسلام کے تعارف اور اس کی دعوت کو عام کرنے اور دوسروں تک اس کے پیغام کو پہنچانے کے لیے سرگرم ہے، یہ کمیٹی بھی وزارت اوقاف کویت کے نزدیک قابل اعتبار اور لائق تحسین ہے، اس کا صدر دفتر بھی مسجد ہی میں ہے، ''جمعیۃ الاصلاح الاجماعی'' اور ''جمعیۃ الشیخ عبداللہ النوری'' کی طرف سے اس کا مالی تعاون ہوتا ہے۔

کویت میں سری لنکا کے مسلمانوں کے حالات ان کے اندر دعوتی کام اور اسلام قبول کرنے کی رفتار پر مکمل تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے کمیٹی کے صدر محمد مناس نے کہا کہ کویت میں مسلم و غیر مسلم سری لنکائی افراد ایک لاکھ کے قریب ہیں، ان میں پندرہ ہزار مسلم ہیں باقی غیر مسلم، اس ایک لاکھ میں کویت میں مقیم عورتوں کی نمائندگی ۶۵ فیصد ہے۔

اقراء اسلامک کمیٹی کی بنیاد اور وجہ تاسیس پر روشنی ڈالتے ہوئے شیخ مناس نے کہا کہ کویت پر حملہ سے قبل کچھ سرگرم تنظیمیں انفرادی طور پر سری لنکائی لوگوں میں دعوت کا کام کرتی تھیں، اور وہ بعض مساجد میں دروس و دینی حلقے منعقد کرنے پر اکتفا کرتی تھیں، ۱۹۹۲ء میں کویت کی آزادی کے بعد ہم لوگوں نے مشورہ کیا اور ان حضرات میں دعوتی کام منظم طور پر انجام دینے کے لیے مستقل ایک کمیٹی کی بنیاد ڈالی، اس طرح اقراء اسلامک کمیٹی کی تاسیس ہوئی اور یہ کمیٹی سرکاری محکموں اور ہر جگہ سری لنکائی لوگوں میں دعوتی کام کے عنوان سے جانی جاتی ہے۔

کمیٹی کے مقاصد کے تعلق سے شیخ مناس نے کہا کہ یہ نوخیز نسل اور نو مسلموں کو خاص طور پر اخلاق حمیدہ سے متصف ہونے، رذائل سے دور رہنے، اپنے مادر وطن کے لیے نیک نامی کا ذریعہ بننے اور اچھے اسلامی اخلاق کا نمونہ پیش کرنے اور ان کے مابین دینی دروس، حلقے اور باہر کے داعیوں کے خطابات کروانے اور حج و عمرہ کروانے، ثقافتی مقابلے منعقد کرانے اور ان میں اسلام کے تعارف پر مشتمل کیسیٹ، سی ڈیاں تقسیم کرنے پر اپنی توجہ صرف کرتی ہے۔

تاتاری مسلمان اپنے گھروں کو مسجد کی شکل دے رہے ہیں

تاتاری مسلمانوں نے اپنے گھروں میں ترمیم کرنا شروع کر دیا ہے اور وہ اپنے گھروں کو مساجد کی شکل دے رہے ہیں، یہ عمل جزیرۃ القرم اور روقیاس میں ہو رہا ہے۔

گھروں کو مساجد میں تبدیل کرنے کی روایت کئی سال پہلے شروع ہوئی، جب آزادی کے بعد چند برسوں قبل مہاجر تاتاری وطن لوٹنے لگے تو ان لوگوں نے اپنی اسلامی شناخت کو زندہ کرنا شروع کر دیا اور مسجدوں کو الگ سے قائم کرنے کے بجائے گھروں کو مساجد میں تبدیل کرنے لگے۔

۱۹۴۴ء میں سوویت یونین کے ظالمانہ رویہ کی وجہ سے لاکھوں تاتاریوں کو ایشیائی ممالک اور روس ہجرت کرنے پر مجبور ہونا پڑا، ان کے گھر، زمین اور مساجد دینی تعلیمی ادارے قرق کر دیئے گئے، تاتاری مسلمانوں کو اس عمل میں بہت آسانی محسوس ہو رہی ہے، اس سے دینی تعلیم اور عبادت کے لیے ان کے پاس آسان اور اچھی جگہ نکل آئی، اور یہ عمل ان کو اپنے اسلامی تشخص کی طرف لوٹنے اور دوسروں کے ساتھ انسانی ہمدردی کرنے میں بڑا معاون ثابت ہو رہا ہے۔

تاجکستان میں اسلام اور مسلمانوں کا بڑھتا دائرہ

تاجکستان میں ایک بار پھر انسانی حقوق کے خلاف قوانین نافذ کیے جا رہے ہیں، اسی طرح کا ایک قانون یہ نافذ کیا گیا ہے کہ ۱۸ سال سے کم عمر کے بچے مساجد نہیں آسکتے اور نہ ہی وہ مساجد کے اندر دینی شعائر ادا کر سکتے ہیں، حکومت کے اس عمل کو تجزیہ نگاروں نے انسانی حقوق کے خلاف قرار دیا ہے اور اس پر نکتہ چینی کی ہے۔

امریکی اخبار ''نیویارک ٹائمز'' کے مطابق تاجکستان کی حکومت اسلام اور اسلامی تعلیمات سے سخت خائف ہے اور وہ اسلام کے غالب آنے سے بڑی پریشانی میں ہے۔

اخبار نے مزید لکھا ہے کہ تاجکستان میں حجاب، داڑھی، اسلامی لباس اور مصلے و جائے نماز کی دکانیں اور اسلامی شعائر کی تصاویر والی گھڑیاں بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہیں، اسی کے ساتھ حکومت کے افراد اور کارندے دینی خطابات سے روکتے، اسلامی ویب سائٹس اور خاص مساجد کو بند کرنے اور خطبہ جمعہ پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں، اس سلسلہ میں حکومت نے اسلامی غلبہ کو روکنے کے لیے دوسرے ممالک کی اسلامی جامعات میں تعلیم حاصل کر رہے اپنے طلبہ سے ملک واپس آنے کی درخواست کی ہے۔

☆☆☆☆☆

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے گزارش ہے کہ ''تعمیر حیات'' کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
Ph: 23460220-23468708

پروپرائٹر: ولی اللہ
ولی اللہ جویلرس
WALIULLAH
Jewellers
ALL KINDS OF GOLD, SILVER & DIAMOND JEWELLERY
Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow

MAQBOOL JEWELLERS
مقبول جویلرس
جوتے والی گلی امین آباد
Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow
Mob.: 9956069081-9919089014
Shop No. S-13 Gole Market, Mahanagar Lucknow
Ph: 0522-4000130 (S) - 4001130

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین ''تعمیر حیات'' سے گزارش ہے کہ ''تعمیر حیات'' کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
کیفے فردوس
CAFE FIRDOS
Partly Air Condition
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel.: 23424781 - 23459921
145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

Phone: 0522-3058047
ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلی کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirts, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullovers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties
menmark®
Men's Exclusive
MFG. Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001

Mohd. Zubair
Mohd. Salman
0522-2618629
09415028247
09919091462
Sahara FOOTWEAR
wholesale
35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-18

Postal Regd. No. LW/NP/63/2012TO2014
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071
Despatch Date, 10-12 / 25-27
Vol. No. 50 Issue No.06

Fortnightly
TAMEER-E-HAYAT
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in
25 January, 2013

Booking Open

SAITECH GRACE
An Ideal House You Truly Deserve

2 BHK / 3 BHK & 4BHK Premium Flats Available at Affordable Prices

FACILITIES /AMENITIES

24X7 security system, Intercom / EPABX system from Entrance Gate, Power Backup through Generator, Internet connectivity, Pressurized water supply system, High quality single lever bathroom fittings, Open and covered car parking, Children play ground, Jogging / walking track, Gymnasium provision, Automatic high speed lifts, Fire Fighting System, Ample open and covered (still and basement) car parking space, Visitor's Parking.

BUILDERS & DEVELOPERS
SAITECH INFRASTRUCTURE PVT. LTD.
MAS COLONISERS (INDIA) PVT. LTD.

Corporate Office
06-F.F., Natraj Complex, 11 B.N. Road, Lalbagh, Lucknow - 226001
Tele Fax : +91-522-4077160
Mob.: 9838456123, 9450200000, 9450931440, 9415022240
Website : www.saitechbuilders.com
E-mail : saitechinfra@gmail.com
Site Office 485/8, Mohan Meakin Road,Daliganj, Lucknow.

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر، فلور پرفیوم، روح گلاب،
روح کیوڑہ، عرق گلاب، عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

خوشبودار عطریات

کی ایک قابل اعتماد دوکان :
ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

تیار کردہ
اظہارسن پرفیومرس
اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ
برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج

IZHARSON PERFUMERS
H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel : 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell:91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Editor *Shamsul Haq Nadwi*, Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph: 9415100085

Designed By : Future Graphix, Lko. Mobile : 7860632916